SHEHRI

شہری

برائے بہتر ماحول

اپریل تا جون 1995ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ دنیا کو بدل سکتا ہے ۔ مارگریٹ میڈ

اندر کے صفحات پر

- بائیسکل کی افادیت
- کراچی کا کچرا - ریل گاڑی کی تجویز
- ایورسٹ کا ستھراپن
- مکلی: ایک محافظ کے انتظار میں

سیلابی پانی کے نکاس کا قصہ

ہاؤسنگ سوسائیٹز اور بلڈرز مافیا کا کردار

سیلابی پانی کی نکاسی کے لئے نالے بنانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا کراچی میٹرو پولیٹن کارپوریشن (کے ایم سی) کی ذمہ داری ہے۔ 1977ء میں آنے والے سیلاب کی وجہ سے پی ای سی ایچ ایس - بلاک 6 کے مکانات زیر آب آگئے تھے چنانچہ 1982ء میں کے ایم سی نے ٹیکس دہندگان کے پیسے سے بارشوں کے پانی کے لیے راستا بنانے کے لیے ایک نالہ بنایا۔ کنکریٹ کے فرش اور پشتوں والا یہ نالہ چنیسر ہالٹ کے نزدیک بنایا گیا۔ یہ کراچی کینٹ' لانڈھی سیکشن مین لائن کے متوازی بہتا ہے اور ایک چالیس فٹ چوڑی سڑک اور درختوں بھری آٹھ فٹ کی ہری پٹی مکانات کو نالے سے علیحدہ کرتی ہے سال بھر یہ گندگی کی نکاسی کا بھی کام کرتا ہے۔ پی ای سی ایچ ایس اور دیگر ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا گندا پانی چوبیس گھنٹے اس نالے میں بہتا ہے۔

گزشتہ سال مسلسل شدید بارشوں کے باوجود پانی مکانات میں داخل نہیں ہوا کیوں کہ یہ نالہ اس علاقے کے لیے سیفٹی والو کا کام کررہا تھا امسال فروری کے مہینے میں پی ای سی ایچ ایس اور ملحقہ کے اے ای سی ہاؤسنگ سوسائٹی کے مکینوں نے بھاری بھرکم مشینوں کے ذریعے ریلوے لائن کے پاس کھدائی ہوتے ہوئے دیکھی' پھر تناور درخت کاٹے گئے۔ نالے کے کنارے بنی ہوئی کنکریٹ کی دیوار بہت سی جگہوں پر سے گرادی گئی اور ملبہ نالے میں پھینک دیا گیا۔

کچھ چوکس پڑوسیوں نے اس بات کا پتا لگایا کہ دیوار کو گرانے اور نالے کو بھر کر ہری پٹی کے ساتھ ملا کے جو جگہ بنائی جارہی ہے اس کو ایک کمرشل ایریا کی تعمیر کے لیے استعمال کیا جائے گا اور پھر ریلوے کی پٹریوں کی قریب اس دکانوں اور اپارٹمنٹس والے کمپلیکس کے پیچھے ایک اتھلا نالہ بنایا جائے گا۔

مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی جو کہ کے ایم سی کا ذیلی ادارہ ہے نے 12 ستمبر 1994ء کو مراسلہ نمبر پی ای سی ایچ ایس / پی سی 4124/94/8 کے ذریعے سیلابی پانی کی نکاسی کے نالے کی منتقلی کی منظوری دی تھی۔ باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر

صدف مال: تعمیراتی بے قاعدگی کی مثال

شہری سی بی ای، پی ای سی ایچ ایس کے تعمیراتی پروجیکٹ کے غیر قانونی پہلوؤں کو بے نقاب کرتا ہے

یہ کہانی کراچی کی بدنام زمانہ تعمیراتی صنعت میں بارہا دہرائی جاچکی ہے۔ وہ پلاٹس جو سرکاری طور پر رہائش کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں ان پر کمرشل بلڈنگز تعمیر کرنا ایک عام سی بات ہوگئی ہے اور کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ (KWSB) اور کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن (KESC) اپنی عدم اعتراض کے سرٹیفکیٹس (NOCs) بھی دے دیتے ہیں جہاں تک زیر تعمیر صدف شاپنگ مال کا تعلق ہے۔ شہری CBE نے تعمیراتی بے قاعدگیوں کے حوالے سے بہت سی باتوں کا سراغ لگایا ہے۔ پی ای سی ایچ ایس بلاک II میں علامہ اقبال روڈ اور خوش حال روڈ جہاں ایک دوسرے کو کاٹتی ہیں وہاں جلد ہی صدف مال اپنی شاندار موجودگی کا احساس دلانے والا ہے۔ یہ مجوزہ شاپنگ مال ایک رہائشی اور کمرشل پراجیکٹ ہے جو پلاٹس نمبر 154' اے' بی اور سی پر تعمیر کیا جائے گا۔ یہ تینوں پلاٹ خالصتاً رہائشی علاقے میں واقع ہیں۔

پی ای سی ایچ ایس کے ایریا آفس کو اسلام آباد منسٹری آف ورکس کی اجازت کے بغیر ان پلاٹوں کو کمرشلائز کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے جس نے اس پراپرٹی کو پٹے پر دے رکھا ہے۔ لیز کے معاہدے کی شق 7 کے تحت پی ای سی ایچ ایس میں زمین کے استعمال میں کسی [illegible] کی تبدیلی عوامی رائے معلوم کیے بغیر اور پٹے پر دینے والے کی واضح اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ پی ای سی ایچ ایس کی زمین کو مزید تحفظ کراچی بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشن شیڈول پی PII کے ذریعے فراہم کیا گیا ہے جس میں واضح طور پر زمین کے استعمال میں تبدیلی کے طریقہ کار بتائے گئے ہیں (یہ ضمنی قوانین سو روپے ادا کرکے صرف سوک سینٹر میں کے ڈی اے کی لائبریری سے حاصل کیے جاسکتے ہیں) اس کے باوجود سارے قانونی ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیر کا آغاز ہونے والا ہے۔ کراچی کے بے یارومددگار شہریوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ادارے جو اس ضمن میں ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے قائم کیے گئے تھے' ان اداروں کو وہ لوگ چلاتے اور کنٹرول

صفحہ ۲ پر ملاحظہ کیجیے

SHEHRI

G-206 بلاک 2- پی ای سی ایچ ایس
کراچی 75400 پاکستان
ٹیلیفون: 4530646
فیکس: 92-21-4548226

ایڈیٹر: انیس ہارون

نمبر: 492-3917 فیکس فون نمبر: 494-8118

مینجنگ کمیٹی

چیئر پرسن	قاضی فیض عیسیٰ
وائس چیئر پرسن	حسن جعفری
جنرل سیکریٹری	امبر علی بھائی
خزانچی	خطیب احمد
ارکان	دانش آذر زوبی' فرحان انور

شہری کا عملہ

کو آرڈی نیٹر	مسز منصور
اسسٹنٹ کو آرڈی نیٹر	عامرہ قیصر
آفس اسسٹنٹ	تمثیل احمد خان
انچارج قانونی شعبہ	امبر علی بھائی

شہری ذیلی کمیٹیاں

(i) آلودگی	خطیب احمد
ورثہ	دانش آذر زوبی
(iii) میڈیا ایڈ	حمیرا رحمان- حسن جعفری
(iv) قانون	قاضی فیض عیسیٰ' امبر علی بھائی
(v) باغات اور تفریح (ترقی)	خطیب احمد
(vi) مالی امداد کا حصول	عمران شیخ

لے آؤٹ اور ڈیزائن	زیڈ یو لالہ
پرنٹنگ	ذکی پریس
پروڈکشن	انٹرپریس کمیونیکیشن

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری سی بی ای کے تمام ارکان کے لیے کھلی ہے نیوز لیٹر میں شائع ہونے والے مضامین شہری کا حوالہ دے کر کہیں بھی شائع کیے جاسکتے ہیں۔ شہری نیوز لیٹر میں شائع ہونے والے مضامین اور خبروں سے ایڈیٹر اور ادارتی عملے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

آپ کی قلمی کاوشوں کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

دلچسپی رکھنے والے قلم کار مشورے کے لیے شہری کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ شہری نیوز لیٹر کے قارئین کا حلقہ نچلے' متوسط اور بالائی آمدنی والے گروہوں' طلبہ' ایجوکیشنلسٹ' ماہرین ماحولیات' پالیسی میکرز' این جی اوز اور دوسری تنظیموں پر مشتمل ہے۔

شہری
رکن
IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

کرتے ہیں جو ہمیشہ نجی منافع خوروں کو ترجیح دیں گے نہ کہ عام پبلک کو۔

یہ حقیقت کہ بلڈرز ایک عدم اعتراض کے سرٹیفکیٹ مورخہ
DCB/KMC/KBCA (D)
1882/ADV/19/94 کی شکل میں کراچی بلڈرز اینڈ کنسٹرکشن اتھارٹی (KBCA) سے اجازت حاصل کرچکے ہیں پلاٹ نمبر A-154 سے ایک پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کی اجازت دینے کا ثبوت ہے KWSB نے تین منزلہ کے لیے این او سی جاری کیا ہے اور صرف نصف انچ قطر کے پانی کے پائپ کی اجازت دی ہے۔ اس این او سی کی شق 7 میں یہ بھی کہا گیا ہے "یہ این او سی صرف مالکان کے لیے جاری کیا گیا ہے' ڈیولپرز اور بلڈرز وغیرہ کے لیے نہیں۔

ان شرائط سے قطع نظر بلڈرز نے اپارٹمنٹس کی فروخت کے لیے اشتہار بازی شروع کردی ہے اور تفصیلات اور خوبیاں وہ بتارہے ہیں ان ہی سے اگر کوئی چیک کرنے کی زحمت گوارہ کرے تو منصوبوں اور این او سیز کے درمیان عدم مطابقت نظر آجاتی ہے۔ زیریں منزل پر چھوٹی بڑی 36 دکانیں ہوں گی جن کا رخ علاقہ اقبال روڈ اور خوش حال روڈ کی طرف ہوگا۔

تین پلاٹس پر تین عمارتیں تعمیر کی جائیں گی' ہر ایک پانچ منزلہ ہوگی اور ہر بلڈنگ میں 52 فلیٹس ہوں گے ہر پلاٹ پر 156 باتھ رومز اور 52 کچن ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کے ڈبلیو ایس بی کے الاٹ کردہ آدھا انچ قطر والے پائپ کے ذریعے ایک ہزار افراد کی ضروریات پوری کی جائیں گی اور یہ تو صرف رہائشی گنجائش ہے۔ پانی کے استعمال کا کاروبار حساب کتاب تو اور بھی خوف ناک ہوگا۔

اس صورت حال میں جب ساری سہولتوں کی فراہمی اس قدر کم ہے صدف کے بلڈرز اجازت حاصل کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے؟ بظاہر ہر تو ایسا ہی لگتا ہے کہ انہیں بہت آسانی سے اجازت مل گئی ہوگی کیوں کہ ماضی میں بھی ایسا بارہا ہوچکا ہے۔ قصوروار فریقین یعنی بلڈرز اور بدعنوان شہری افسران اس طرح کے معاہدے بلاخوف کرتے رہے ہیں۔ بلڈرز کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ زبانی طور پر بہت سے MOUs (OVER UNDER MONEY) کی ضمانت لیتے ہیں اور اخراجات کو فروخت کیے جانے والے یونٹوں کی قیمتوں میں شامل کردیتے ہیں۔

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے حکام نے صدف شاپنگ مال جیسی بلند و بالا عمارتوں کی غیر قانونی تعمیرات پر آنکھیں بند کررکھی ہیں۔

کراچی بلڈنگ اتھارٹی کا این او سی حاصل کرنے سے پہلے مستقبل کے کسی بھی کنسٹرکشن پروجیکٹ کو 26 شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں۔ اہم شرائط میں سے کے ڈبلیو ایس بی' کے ای ایس سی اور سوئی گیس سے این او سیز حاصل کرنا ہے۔ ان سرٹیفکیٹس کی عبارتوں کا متن اکثر ایک دوسرے سے نہیں ملتا اور نہ ہی جو درحقیقت تعمیر کیا جاتا ہے اس سے ملتا ہے صدف مال کے معاملے میں کے ای ایس سی اور کے ڈبلیو ایس بی کے این او سیز تین منزلہ رہائشی پراجیکٹ کے لیے ہیں جب کہ [illegible] اے کا این او سی پانچ منزلہ کمرشل پراجیکٹ کے لیے ہے۔

تمام متعلقہ افسران اور محکمے ان چاروں این او سیز میں پائے جانے والے تفاوت سے پورے طور پر آگاہ ہیں لیکن اس معاملے میں بھی انہوں نے اس طرح آنکھیں بند کررکھی ہیں جیسے شہر میں ہونے والی اور بہت سی غیر قانونی بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر کے بارے میں کررکھی ہیں جو کچھ کاغذ پر ہے وہ تو اچھا ہے لیکن جو درحقیقت تعمیر کیا گیا ہے وہ تعمیراتی ضابطوں کی خلاف ورزی ہے یوں یوٹیلیٹی کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں' پانی کی قلت کا پریشان کن مسئلہ پیدا ہوتا ہے' بجلی بار بار چلی جاتی ہے اور نالیوں میں گندگی بھر جاتی ہے اور ظاہر ہے منصوبہ بندی کے فقدان اور غیر قانونی تعمیرات کے نتیجے میں پارکنگ' آلودگی' گنجان آبادی اور لا اینڈ آرڈر کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

شہری سی بی ای نے صدف مال کی [illegible] میں رہنے والے بے خبر شہریوں کو عنقریب رونما ہونے والی مصیبت کے بارے میں علاقے کی باسیوں میں تقسیم کی جانے والی یادداشت میں یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ کیا آپ کے علاقے میں اس "چھوٹے شہر" کے لیے جگہ ہے؟ کیا موجودہ شہری زیریں ڈھانچہ کے لیے یہ قابل برداشت ہے؟ اسے اور مستقبل میں ہونے والی تعمیراتی خلاف ورزیوں کو روکنے کے لیے کمیونٹی کی جانب سے کارروائی ضروری ہے کیوں کہ شہری سہولتیں اور زیریں ڈھانچہ پہلے ہی مکمل تباہی کے کنارے پہنچ چکے ہیں۔

مزید تفصیلات کے لئے صہ ۱۸ اور صہ ۱۹ ملاحظہ فرمائیے

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے "شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری — سٹیزنس برائے بہتر ماحول
G-206- بلاک 2 - پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی' کراچی- 75400' پاکستان
ٹیلی فون: 442578 / 441769' فیکس: 454-8226

نام ____________ ٹیلی فون (گھر) ____________
ایڈریس ____________
پیشہ ____________ ٹیلی فون (دفتر) ____________

بائیسکل

لوگوں اور ماحول کو صحت مند بناتا ہے

صنعتی اور ترقی پذیر ممالک میں مستقبل کی سواری چار کے بجائے دو پہیوں کی ہوگی

دنیا بھر میں بائیسکلوں کی تعداد آٹوموبائلز سے دوگنا ہوگئی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر چین، ہندوستان ویت نام جیسے ترقی پذیر ممالک میں ہیں۔

ورلڈ واچ انسٹی ٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق ایشیا میں بائیسکل دیگر موٹر گاڑیوں کی بہ نسبت زیادہ لوگوں کو منتقل کرتے ہیں۔ مقامی طور پر بنائی گئیں دو اور تین پہیوں والی گاڑیاں وہ کام کرتی ہیں جو کیبس اور موٹر گاڑیوں سے لیا جاتا ہے۔

واشنگٹن میں واقع ورلڈ واچ کی تنظیم کا کہنا ہے کہ موٹر گاڑیوں کی آلودگی سے نجات کے لئے بائیکل بہترین معاون ہے۔

چین میں 300 ملین بائیسکلیں ہیں۔ جو اندازاً" ایک بلین کی آبادی کے ملک میں 4 افراد کے لئے ایک بائیکل ہے۔ شہری علاقوں میں نصف آبادی کے پاس اپنے بائیکل ہیں۔

امریکہ میں 100 ملین افراد کے پاس بائیکل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ چین سے دوسرے نمبر پر ہے۔ بعض یورپی ممالک، جن میں ڈنمارک، جرمنی، اور نیدرلینڈ شامل ہیں بائیکل کے مالکان کی تعداد کرایے داروں سے زیادہ ہے۔

بہرحال ورلڈ واچ رپورٹ کی مصنفہ مارسیا ڈی لوئے کا کہنا ہے کہ صنعتی ممالک میں بائیسکل کی ملکیت کا مطلب یہ نہیں کہ بائیکل استعمال بھی کیا جاتا ہے۔

مارسیا کا کہنا ہے کہ برطانیہ میں ہر چوتھے شخص کے پاس بائیکل ہے لیکن 33 میں سے صرف ایک پھیرا بائیکل پر کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں صورت حال بدتر ہے جہاں 50 میں سے صرف ایک بائیکل آمد و رفت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

امریکہ میں جہاں ہر دوسرے شخص کے پاس موٹر گاڑی ہے، بائیکل زیادہ تر تفریح اور اضافی سواری کے بطور استعمال کیا جاتا ہے۔

مسزلووے کی رپورٹ کے مطابق موٹر گاڑیوں پر ضرورت سے زیادہ انحصار وقت کا سبب بن رہا ہے۔ بہت ساری کاروں کی وجہ سے رش کے اوقات میں شہری گلیوں، سڑکوں اور شاہراہوں پر ٹریفک جام ہوجاتا ہے۔

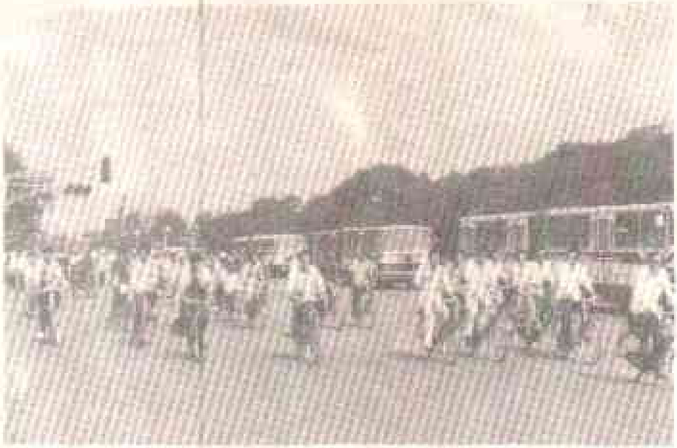

موٹر گاڑیوں میں صرف یہی ایک خرابی نہیں۔ ایک یہ کہ جب ان کی حالت ابتر ہوجاتی ہے تو انہیں پھینک دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں سالانہ 9 ملین کاریں ترک کردی جاتی ہیں۔ ان گاڑیوں کو چلانے کے لئے تیل پیدا کرنے والے ممالک سے کثیر مقدار میں معدنی ایندھن درآمد کیا جاتا ہے۔

تیل کے کثیر استعمال سے نہ صرف ملکی معیشت پر بوجھ پڑتا ہے بلکہ یہ شہروں میں فضائی آلودگی جھیل اور جنگلوں میں تیزابی بارش اور ارضی درجہ حرارت میں تیز اضافے کا سبب ہے۔

اس مسئلے کے زیر نظر تحقیق سے مثلاً" بجلی پر چلنے والی گاڑیاں قدرتی گیس، الکحل، مثلاً" میتھانول اور ا- تھانول کو متبادل ایندھن کے طور پر استعمال کرنے پر غور کیا جارہا ہے تاکہ گاڑیوں سے خارج ہونے والے دھوئیں میں کمی ہوسکے۔

مسزلووے کا کہنا ہے کہ انجن پاور کے شوق میں ٹرانزٹ پلانرز سے انسانی طاقت کی اہمیت کو نظرانداز کردیا ہے۔ بھیڑ، آلودگی، قرضوں کے بوجھ کی بناء پر یہ واضح ہے کہ صنعتی اور ترقی پذیر ممالک میں مستقبل کی گاڑی چار پہیوں کے بجائے دو پہیوں کی ہوگی۔

ان کا کہنا ہے کہ بائیکل، دیگر نوعیت کی سواری، یہاں تک کہ پیدل چلنے کے مقابلے میں کم توانائی خرچ ہوتی ہے۔ مثلاً" بائیکل پر 10 میل کا چکر سے 350 کیلوریز یا مکرونی کے 3/4 پیالے کے برابر توانائی خرچ ہوتی ہے جبکہ ایک امریکی گاڑی میں اس ٹرپ پر 1/2 گیلن سے زیادہ گیسولین خرچ ہوتی ہے۔

مزلووے کے مطابق مقروض ممالک غیر ملکی تیل پر انحصار کے زیر بار ہیں۔ ان میں سے بہت سے برآمدات کی آمدنی کا ایک تہائی سے نصف حصہ تیل کی درآمد پر خرچ کردیتے ہیں۔ جس کا نصف ٹرانسپورٹ کے شعبے میں چلا جاتا ہے۔

بے موٹر ٹرانسپورٹ کے استعمال سے مقروض قوم اپنے وسائل کو دیگر سرمایہ کاری میں لگاسکتے ہیں۔

ترقی پذیر ممالک نیدرلینڈ کے تجربے سے سیکھ سکتے ہیں۔ 1986ء میں ایک قومی مہم کے دوران گھر سے 3 میل کے فاصلے پر سائیکل کے استعمال کو فروغ دیا گیا۔ پالیسی سازوں کے مطابق اس سے ہر موٹر[illegible] سالانہ 400 امریکی ڈالر کا ایندھن بچا سکتا ہے۔

برطانیہ میں 1980ء کے ایک مطالعے کے مطابق اگر 10 میل کے فاصلے تک کے سفر کا 10 فی صد اگر بائیکل پر کیا جائے تو ملک بھر میں سالانہ 14 ملین بیرل تیل کی بچت ہوسکتی ہے۔

امریکہ میں 1983ء کے سروے کے مطابق اگر پبلک ٹرانزٹ تک کار کے بجائے اگر بائیکل استعمال کیا جائے تو ہر مسافر سالانہ 150 گیلن گیسولین بچا سکتا ہے۔

وہ لوگ جو اپنی کار میں کام پر جاتے ہیں اگر وہ "بائیک اینڈ رائیڈ" کا طریقہ اختیار کریں تو ان میں سے ہر ایک سالانہ 400 گیلن، جو ایک عام کار کے سالانہ خرچ کا نصف ہے۔ بچا سکتا ہے۔

مالی بچت کے علاوہ بائیکنگ صحت[illegible] بھی ہے۔ ورزش کے بائیکل مستقلاً" مقبول ہیں مگر افسوس یہ کہ بہت سے لوگ بائیکل چلانے کے لئے اپنی کار میں ہیلتھ کلب جاتے ہیں۔

امریکہ میں تحقیقی مطالعے سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ سائیکلسٹ، آرام طلب اور کاہل افراد کے مقابلے میں زیادہ عارضہ دل سے محفوظ رہتے ہیں نیز سائیکلسٹ اپنے کام پر زیادہ چاک وچوبند اور رش کے اوقات کے ٹریفک سے کم پریشان پہنچتا ہے۔

لیکن بائیکل چلانا ہر طرح کے خدشات کے بغیر نہیں۔ ایشیا میں بائیکل کے حادثات میں زخمی ہونے کے واقعات ہوتے ہیں لیکن اگر ان حادثوں میں موٹر گاڑی ملوث نہ ہو تو موت کا امکان نہیں۔

ترجمہ نیوز ایشیا آئی پی سی فیچر سروس

شہری کا پانچواں سالانہ اجلاس

کراچی کے لوگ پارکوں اور کھلی جگہوں کے لیے ترسے ہوئے ہیں

شہریوں CBE کی پانچویں سالانہ جنرل میٹنگ 18 فروری 1995ء کو تین بجے ہوٹل میٹروپول میں منعقد ہوئی۔

حاضرین میں نوید حسین (چیئرپرسن) قاضی فیض عیسیٰ (وائس چیئرپرسن) حمیرا رحمٰن (جنرل سیکریٹری) خطیب احمد (خزانچی) حسن جعفری (ایم سی ممبر) فرحان انور (ایم سی ممبر) اور امبر علی بھائی (ایم سی ممبر) شامل تھے۔ دانش آذر زوبی (ایم سی ممبر) قیصر بنگالی (ایم سی ممبر) اور دیگر ارکان غیر حاضر تھے۔ میٹنگ کا ایجنڈا یہ تھا

10 فروری 1994ء کو ہونے والی چوتھی سالانہ میٹنگ کی کارروائی کی توثیق۔

یکم جنوری تا 31 دسمبر 1994ء کے شہری کی سالانہ سرگرمیوں کی رپورٹ کو منظور کرنا۔

یکم جنوری تا 31 دسمبر 1994ء کے آڈٹ شدہ حسابات کو منظور کرنا۔

1995ء کے لیے آڈیٹرز کا تقرر کرنا اور ان کا مشاہدہ مقرر کرنا۔

صدر کی اجازت سے کسی بھی امر کو زیر بحث لانا کیوں کہ 1995ء انتخابات کا سال تھا اس لیے انتظامی کمیٹی کے لیے ارکان کا انتخاب کیا گیا۔

کارروائی

(1) 10 فروری 1994ء کو ہونے والی چوتھی سالانہ جنرل باڈی میٹنگ کی کارروائی پڑھی گئی۔ تجویز کنندہ عمران شیخ تھے۔ گلزار میمن نے ان کی تائید کی اور کارروائی منظور کرلی گئی۔

(2) 1994ء (یکم جنوری تا 31 دسمبر) کی سالانہ رپورٹ کی منظوری۔

سالانہ رپورٹ چیئرمین نوید حسن نے پڑھی۔ تجویز کنندہ حسن جعفری تھے اور اسمٰعیل علی محمود گھانچی نے اس کی تائید کی اور سالانہ رپورٹ منظور کرلی گئی۔

(3) آڈٹ شدہ حسابات کی منظوری۔

(4)1995ء کے لیے آڈیٹرز کی تقرری۔

حیدر اینڈ کمپنی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کا شہری کے حسابات کے لیے آڈیٹرز کی حیثیت سے تقرر کیا گیا اور 2500 روپے مشاہرہ مقرر کیا گیا۔

نئے عہدیداروں کے نام

الیکشن کمشنر وارث ہاشمی نے شہری CBE کی مینجنگ کمیٹی کے منتخب امیدواروں کے ناموں کا اعلان کیا چونکہ یہ متفقہ فیصلہ تھا اس لیے سب ارکان بلا مقابلہ منتخب قرار پائے۔

قاضی فیض عیسیٰ (چیئرپرسن) حسن جعفری (وائس چیئرپرسن) امبر علی بھائی (جنرل سیکریٹری) خطیب احمد (خزانچی) نوید حسین (ایم سی ممبر) حمیرا رحمٰن (ایم سی ممبر) دانش آذر زوبی (ایم سی ممبر)

مندرجہ ذیل چار کو آپٹڈ ارکان ہیں۔

فرحان انور (ایم سی ممبر) وکی ڈیسوزا (ایم سی ممبر) حسین مرچنٹ (ایم سی ممبر) اور عمران شیخ (ایم سی ممبر)

صاحب صدر کی اجازت سے اور کوئی سا بھی مسئلہ۔

این جی او فورم

حسن جعفری وائس چیئرپرسن نے کہا کہ 18 فروری 1995ء کو منعقد ہونے والی شہری کی سالانہ جنرل باڈی میٹنگ مندرجہ ذیل قرارداد منظور کرتی ہے۔

شہری چالیس سے زائد این جی اوز کے نیشنل فورم کے موقف کا پورے طور پر ساتھ دیتی ہے جس نے باہمی مشورے اور سرکاری نمائندہ بشمول وفاقی وزیر برائے سماجی بہبود کے ساتھ صلح مشورے کے بعد مجوزہ قانون کی ضرورت اور اسکے حشو زائد کے بارے میں جامع رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ کوئی بھی این جی او کسی بھی بااختیار ایجنسی سے اپنے حسابات کو آڈٹ کرانے اور اپنی کاروائیوں کو شفاف بنانے کے عمل کے خلاف نہیں ہے۔ مزید برآں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ دیگر ساری این جی اوز کے قومی نمائندوں کی منظوری سے میڈیا میں ایک فعال اور مربوط مہم چلائی جائے گی۔ یہ تجویز عامر احمد نے پیش کی اور فرحان انور نے اس کی تائید کی۔

شہری کے چیئرپرسن بیرسٹر قاضی فیض عیسیٰ نے کہا کہ شہری بن قاسم پارک کو پولو گراؤنڈ یا کسی دوسرے غیر قانونی مقصد کے لیے تبدیل کرنے کی کوششوں کے خلاف سخت احتجاج کرتی ہے کراچی کے لوگ پارکوں اور کھلی جگہوں کے لیے ترسے ہوئے ہیں اس لیے شہریوں کو ان سے محروم کرنے کی مزید کوئی کوشش ارتکاب جرم کے مترادف ہے۔ بن قاسم پارک کو بجا طور پر ماسٹر پلان کے تحت ایک عوامی پارک قرار دیا گیا ہے اور اس کے استعمال میں کسی قسم کی تبدیلی کا نتیجہ عوامی غیظ وغضب کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

شہری کو اس ضمن میں کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔

این جی اوز کو زمین کے استعمال کی اس غیر قانونی تبدیلی کو روکنا ہوگا۔ قاضی فیض عیسیٰ نے مزید کہا کہ شہری کو اخبارات میں شائع ہونے والی اس رپورٹ کے بارے میں تشویش ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کراچی پورٹ ٹرسٹ نے سینڈزپٹ کے ساحل پر جہاز توڑنے کی اجازت دے دی ہے۔ سینڈزپٹ اور ہاکس بے پاکستان کے دو واحد عوامی ساحل ہیں یہاں جہاز توڑنے کی اجازت دینے کا مطلب عوام کو خطرے سے دوچار کرنا ہے اور یہ ماحولیات کے لیے بھی تباہ کن ثابت ہوگا قاضی فیض عیسیٰ نے مزید کہا کہ شہری کی تجویز ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں ہر رنگ کی پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال ممنوع قرار دے دیں جو حیاتیاتی طور پر کم تر اور ماحولیاتی طور پر مضر رساں ہیں۔

مالی وسائل کی فراہمی

رکن عمران شیخ کا کہنا تھا کہ FNF پر انحصار کوئی زیادہ محفوظ کن تصور نہیں ہے ہمیں اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی منظم کرکے مالی وسائل جمع کرنے کی سرگرمیوں میں اضافہ کرنا چاہیے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ڈاکٹر اقبال علی

کراچی میں کچرا اٹھانے کے انتظام کی منصوبہ بندی سائنسی تجزیے اور تفہیم پر مبنی ایک پائیدار نظام کی تخلیق کے لئے کوئی مستقل حل تلاش کرنے کے بجائے ایڈہاک ازم کی ایک مستند مثال ہے۔ کچرا ٹرین کچرے کو ٹھکانے لگانے کے زبوں حال انتظام کو بہتر بنانے کے بجائے محض سنسنی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ لگتی ہے۔ اس کا مقصد اہالیان کراچی کو جھوٹی امید دلانے کے سوا کچھ نہیں۔ کچرا ٹرین کا مطلب کوڑا اٹھانے کی ذمہ داری ایک ایسی وفاقی ایجنسی کو سونپنا ہے جو پہلے ہی بھاری خسارے میں جارہی ہے اور اپنی مسافر ٹرینوں کو ہی وقت پر نہیں چلاسکتی۔

کراچی کا کچرا

ریل گاڑی کی تجویز

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کچرے کو جمع کرنے اور اس کی نقل و حمل کے انتظام کی لاگت اور کارکردگی کچرا چڑھانے اور اتارنے کے عمل کی تعداد کے متناسب ہوتی ہے۔ اب سب سے زیادہ موثر (اور اس لئے کم خرچ) نظام وہ سمجھا جاتا ہے جس میں ٹرکوں کے ذریعے گھر گھر جا کے کوڑا جمع کیا جاتا ہے جو اس کچرے کو براہ راست جا کے حفظان صحت کے مطابق بنائے ہوئے جگہوں میں ڈال آتے ہیں۔ کچرا ٹرین کو متعارف کرانے سے کوڑا چڑھانے اور اتارنے کی ایک فاضل کارروائی متعارف کرائی جائے گی چنانچہ گھر سے لے کر گڑھوں تک تین مرتبہ کچرے کو چڑھایا اور اتارا جائے گا یعنی پہلے گھر سے جمعداروں کی ٹرالی تک۔ جمعداروں کی ٹرالی سے کیونٹی کے کوڑا دانوں تک اور یہاں سے ریلوے کے کچرا جمع کرنے کی جگہ تک اور ریلوے سے نکاس کے مقام تک۔ ریلوے لوڈنگ اسٹیشن کے گرد و نواح کے ماحول پر اس کا کیا اثر ہوگا جو بدقسمتی سے ایک گنجان علاقے کے وسط میں واقع ہے اور اس کے چاروں طرف مکانات ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ کچرا ٹرین چلانے سے پہلے ماحول پر اس کے اثرات کا اندازہ لگایا جاتا اور دیگر پہلوؤں کا بھی جائزہ لیا جاتا۔

اس طرح کا کوئی پراجیکٹ شروع کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو تجرباتی بنیادوں پر پائلٹ اسکیل پراجیکٹ کے طور پر چلایا جائے۔ اگر یہ کامیاب ثابت ہو تو اسے بڑے پیمانے پر چلایا جاسکتا ہے اور اس میں بہتری کے لئے وہ مطلوبہ اقدامات بھی شامل کئے جاسکتے ہیں جن کے بارے میں پائلٹ اسکیل اسٹڈیز کے درمیان معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

کراچی کے ایک شہری کا سب سے بڑا مسئلہ اس کے پڑوس اور گرد و نواح سے کوڑے کا ہٹایا جانا ہے یعنی اس کے گھر اور کوڑے دان سے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب بلدیہ کے خاکروب ایمان داری سے کام کریں اور کچرا گاڑیاں جن کی تعداد میں جاپانیوں کی مہربانی سے خاطر خواہ اضافہ ہوچکا ہے۔ وہ کوڑے دان سے کچرا ڈالنے کی جگہوں تک مطلوبہ تعداد میں پھیرے لگائیں۔ اگر یہ کام رات کے وقت کیا جائے تو یہ گاڑیاں زیادہ پھیرے لگاسکتی ہیں کیونکہ رات کو سڑکوں پر ٹریفک کم ہوتا ہے۔ (بہت سے ممالک میں ایسا ہی کیا جاتا ہے) مزید برآں دن کو دھوپ میں کام کرنے کی بجائے رات کو خنکی میں کام کرنے سے کارکنوں کی کارکردگی میں بھی اضافہ ہوگا اصل مسئلہ جسے حل کرنے کی ضرورت ہے' وہ یہ ہے کہ چوریاں' رشوت اور پٹرول بچانے کی خاطر گاڑیاں جتنے پھیرے لگاتی ہیں اس سے کہیں زیادہ دکھائے جاتے ہیں۔ اگر اس کی روک تھام ہوسکے تو کچرا ٹرین کے بغیر ہی مسئلہ حل ہوجائے گا۔ خواہ کچرا ٹرین کا منصوبہ کاغذ پر کتنا ہی دلکش کیوں نہ لگتا ہو۔

یہاں ہم ایک مطالعے کے نتائج پیش کرنا چاہیں گے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی مدد آپ کی بنیاد پر فیڈرل بی ایریا کے ایک گنجان آباد محلے میں کس طرح 25 روپے ماہانہ کے معمولی خرچ پر کامیابی سے گھر گھر جا کے کچرا جمع کرسکتا ہے۔

اس میں فیڈرل بی ایریا کے دو اوسط آمدنی والے بلاکس شامل ہیں جہاں مقامی علاقے کا ایک رضا کار 1988ء سے یہ پروگرام چلا رہا ہے۔ اس کے لئے دو سیکنڈ ہینڈ سوزوکی پک اپ ہیں اور پچیس ہزار میں خریدی گئیں اور ان میں گنجائش بڑھانے کے لئے وحات کی چادریں لگائی گئیں۔ اس علاقے کے ایک ہزار گھروں کو خطوط کے ذریعے اس پروگرام سے آگاہ کیا گیا اور ان سے پندرہ روپے ماہانہ طلب کئے گئے (اب 25 روپے کردیئے گئے ہیں) اس شخص نے 80 ہزار روپے کی لاگت سے علاقے میں ایک بہت بڑا ٹرانسفر اسٹیشن قائم کیا اب چھ سال کے عرصے سے یہ دو پک اپس گھر گھر جا کر کچرا جمع کررہی ہیں۔ اس پروگرام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ علاقے میں کہیں کچرا بکھرا ہوا نظر نہیں آتا جب کہ کراچی میں دوسری جگہوں پر یہ ایک عام منظر ہے دوسرے یہاں تین کچرا کنڈیوں (ٹرانسفر اسٹیشن) کی بجائے جن کے اردگرد کچرا پھیلا رہتا ہے صرف ایک کچرا کنڈی ہے جس کی اچھی طرح [illegible]ال کی جاتی ہے اور کچرا اس کے "اندر" رہتا ہے کیونکہ دونوں سوزوکیاں آ کے کچرا اس کے اندر ڈال کر جاتی ہیں اور یہاں سے کے ایم سی کے ٹرک آکر اس کو کچرا جمع کرنے کی مخصوص جگہوں تک پہنچا آتے ہیں یہ پروگرام اس لئے چل رہا ہے کہ اسے بلدیہ کے خاکروبوں پر مکمل کنٹرول حاصل ہے جو بلاشبہ اس علاقے میں اپنی آمدنی سے محروم ہو چکے ہیں اور اسے علاقے کے مکینوں کا تعاون اور اعتماد حاصل ہے۔ ایک سوزوکی میں ایک ڈرائیور اور ایک خاکروب موجود ہوتا ہے جنہیں بارہ سو اور ایک ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ تین خاکروب "رضا کارانہ" بنیادوں پر کام کرتے ہیں اور سوزوکی کے عملے کی مدد کرتے ہیں اور ری سائیکل ہونے والی اشیاء میں [illegible] اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس پوری کار[illegible] پر ایک مہینے میں یہ خرچہ آتا ہے۔

(1) ڈرائیوروں کی تنخواہ	2400=2x1200
(2) خاکروبوں کی تنخواہ	2000=2x1000
(3) پٹرول اور تیل	5000=
(4) گاڑیوں کی باقاعدہ دیکھ بھال	4000=
(5) ماہانہ بنیاد پر گاڑی کے ڈھانچے کی سالانہ مرمت	1000=
(6) ٹوٹ پھوٹ اور گاڑیوں کو بدلنے کے لئے بچت	5000=
میزان=	19400

آمدنی درج ذیل ہے

25 روپے فی گھر	25000=1000x 5200
ری سائیکل ہونے والی اشیاء سے آمدنی	

(الف) 26 دن کے لئے 200 روپے روزانہ

میزان: 30200

(3) 5200 روپے "رضا کاروں" کو دیئے جاتے ہیں

مجموعی آمدنی = 25000 روپے

ری سائیکل ہونے والی اشیاء کی فروخت سے حاصل ہونے والے 200 روپے براہ راست رضا کار خاکروں اور سوزوکی کے عملے میں تقسیم کردیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ پچیس ہزار کی آمدنی اور 19400 کے اخراجات کے بعد یہ پروگرام چلانے والے شخص کو اپنے وقت اور کوششوں کا معاوضہ 5600 روپے ماہانہ ملتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 25 روپے ماہانہ پر گھر گھر جا کے کچرا جمع کرنا قطعی مہنگا سودا نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کام کر[illegible] شخص کی ذاتی وابستگی ضروری ہے جو بدعنوانی کا خاتمہ کرے اور فاضل رقم کو رضا کاروں میں منصفانہ طور پر بانٹ دے۔ اگر کوئی یہ کام کرسکتا ہو تو لوگ اس کو پچیس روپے نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔

کراچی کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے "کچرا ٹرین" کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جتنی بھی گاڑیاں اور افرادی قوت موجود ہے اسے استعمال کرتے ہوئے گھر گھر جا کے کچرا جمع کرنے اور اس کی منتقلی کے نظام کی ضرورت ہے۔ اہالیان کراچی خود یہ دیکھ لیں گے کہ کچرا ٹرین کی بدولت آلودگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ مسئلہ رہائشی علاقوں اور گلیوں کا ہے اور ریلوے کی پٹری بہت دور ہے۔ کوئی ایمان دار، پرخلوص اور پیشہ ورانہ اہلیت رکھنے والا شخص جو کراچی کو اپنانے کا خواہش مند ہو وہی کچرے کے اس خوف ناک مسئلے کو حل کرسکتا ہے نہ کہ کچرا ٹرین۔

●●

کچرا ٹرین کا آزمائشی پھیرا

کچرا ٹرین نے کچھ عرصہ قبل دس بجے شب اپنا آزمائشی پھیرا شروع کیا۔ یہ ٹرین 210 ٹن کچرا لے کر وزیر مینشن سے کراچی کے اطراف میں واقع دھابے جی اسٹیشن کے طرف روانہ ہوئی مال گاڑی کے چالیس کھلے ڈبوں میں 70 کچرا دان رکھے گئے تھے اور ہر کچرا دان میں ۳ ٹن کچرا تھا سولڈ ویسٹ مینجمنٹ کے ایک افسر جو کچرا اٹھوانے، اس کی نقل و حمل اور کرینوں کے ذریعے کچرے کو ٹرین پر چڑھوانے کے ذمہ دار ہیں نے بتایا کہ کچرا ٹرین کو باقاعدگی سے چلانے سے پہلے آزمائشی طور پر دو دن کے لیے چلایا جائے گا۔

آغاز میں کچرا کنڈیوں کو تین اسٹیشنوں پر سے اٹھایا جائے گا یعنی وزیر مینشن اسٹیشن، یونیورسٹی اور تیسرا اسٹیشن یا تو ناظم آباد ہوگا یا لیاقت آباد آزمائشی پھیروں کا مقصد ٹرین کی کارکردگی کا اندازہ لگانا اور اس ضمن میں کے ایم سی اور ریلوے کو پیش آنے والے مسائل کا جائزہ لینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آزمائشی پھیرے ہر لحاظ سے کامیاب ثابت ہوئے تو کچرا ٹرین کو ہر رات چلایا جائے گا کے ایم سی کو کچرا اٹھا کر لے جانے میں اس لیے دشواری پیش آرہی تھی کیوں کہ اس کی خستہ حال کچرا گاڑیاں اکثر خراب ہوجاتی ہیں لیکن نئی گاڑیوں کی آمدورفت اور موجودہ گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال کے بعد صورت حال میں بہتری کی توقع کی جاسکتی ہے۔ کے ایم سی پہلے ہی کچرا پھینکنے کے لیے دو نئے قطعات کا قبضہ لے چکی ہے کیوں کہ موجودہ جگہ میں اب مزید کچرا ڈالنے کی گنجائش نہیں رہی تھی کے ایم سی ان دو نئی جگھوں تک پہنچنے کے لیے سڑکوں کی تعمیر کا آغاز کرچکی تھی۔ اس ٹرین کی بدولت دھابے جی میں کچرا پھینکنے کی نئی جگہ تک کچرا پہنچانے میں مدد ملے گی جو کہ گگر گیٹ سے آگے بلدیاتی حدود میں واقع ہے۔ کراچی شہر سے روزانہ تقریباً ۶۰۰۰ ٹن کچرا نکلتا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

●●

غیر سرکاری تنظیموں کا تاریخی اجلاس

18 مارچ کو اسلام آباد میں غیر سرکاری تنظیموں، این جی اوز کی ایک تاریخی میٹنگ منعقد ہوئی جس کے اختتام پر مندرجہ ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا اور 15 اپریل 1995ء تک این جی[illegible] ایک متبادل قانون کا مسودہ تیار کرنے کے لیے دو کمیٹیاں بنائی گئیں۔ اس کے علاوہ 2 مئی 1995ء کو اسلام آباد میں ایک ورکشاپ منعقد کی گئی جس میں نیشنل فیڈریشن آف این جی اوز کے قیام کی تجویز کا جائزہ لیا گیا اور اس کی منظوری دی گئی۔ شہری CBE کی نمائندگی اس کے وائس چیئرمین حسن جعفری نے کی۔

ڈرافٹ والینٹری سوشل ویلفیئر ایجنسیز رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن (ترمیمی) ایکٹ 1995ء (جسے اب منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا) کے مقابلے میں ایک ڈرافٹ تیار کیا گیا ہے۔

18 مارچ کو اسلام آباد میں چاروں صوبوں اور اسلام آباد کی این جی اوز کی میٹنگ ہوئی جس میں ایک ہزار این جی اوز نے شرکت کی۔ اس میٹنگ کا مقصد وزارت سماجی بہبود اور سماجی تعلیم کے مجوزہ این جی او بل کا جائزہ لینا تھا۔

شرکاء نے متفقہ طور پر اس بل کی مخالفت کی کیوں کہ یہ ایک بھرتی کا اور فضول بل ہے۔ حکومت پاکستان نے اس بل کا مسودہ تیار کرتے وقت جس تشویش کا اظہار کیا ہے اسے اس قانون کے بغیر خاطر خواہ طور پر دور کیا جاسکتا ہے۔

اول، حکومت کو اس بات پر تشویش ہے کہ این جی اوز کی سرگرمیوں کا احتساب ہونا چاہیے اور ان کے حسابات کا آڈٹ ہونا چاہیے یہ این جی اوز جن قوانین کے تحت رجسٹرڈ ہیں (مثلاً سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860ء، کمپنیز آرڈیننس 1984ء) ان کے تحت سالانہ رپورٹ کا لکھنا اور حسابات کا آڈٹ ہونا ضروری ہے۔

حکومت پاکستان کو بجا طور پر اس بارے میں تشویش ہے کہ اطلاعات کا ایک مرکزی نظام ہونا چاہیے اور وہ موجودہ قوانین میں ترمیم کرکے این جی اوز کے لیے یہ لازمی قرار دے سکتی ہے کہ وہ اپنی سالانہ رپورٹوں کی نقل وزارت سماجی بہبود میں جمع کرائیں۔ اس کے لیے کوئی نیا قانون درکار نہیں ہے۔

دوسرے، حکومت نے اس بارے میں تشویش کا اظہا کیا ہے کہ غیر ملکی ڈونرز این جی اوز کو رقم فراہم کرتے ہیں تو حکومت کو اس کی اطلاع نہیں دی جاتی۔ یہاں ہم پھر وہی بات دہرائیں گے کہ اس وقت این جی اوز جن قوانین کے تحت رجسٹرڈ ہیں ان میں ترمیم کرکے 1995ء کے بل کی شق 7 (ڈی) کو شامل کیا جاسکتا ہے

تیسرے، این جی اوز کی مجرمانہ سرگرمیوں سے نمٹنے کے لیے تعزیری قوانین پہلے سے موجود ہیں اور اس کے لیے کوئی نیا قانون بنانے کی ضرورت نہیں گویا حکومت پاکستان نے جو بھی توضیحات پیش کی ہیں وہ اس بل کا جواز نہیں بنتیں۔ مزید یہ کہ این جی اوز کو اس بل کی دفعات کے بارے میں بہت سے اعتراضات ہیں جو تکنیکی معاون بھی ہیں اور اساسی بھی۔ پریس کو جاری کیئے جانے والے اس بیان کے ذریعے این جی اوز کے نمائندے شدومد سے اس بل کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے رد کرتے ہیں اور حکومت پاکستان سے اصرار کرتے ہیں کہ وہ اس طرح کے دخل در معقولات والا قانون بنانے سے باز رہے۔

ہم حکومت پاکستان کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ اس وقت این جی اوز دو طرح کے کاموں میں مصروف ہیں۔ وہ پہلے ہی صوبائی اتحاد بنا چکی ہیں اور ایک کل پاکستان اتحاد بنانے میں مصروف ہیں۔ اس کی بدولت این جی اوز قانون کی نگرانی کے علاوہ خود نگرانی کے عمل میں مصروف ہوجائیں گی۔

بلوچستان، این ڈبلیو ایف پی، پنجاب، سندھ اور اسلام آباد کی این جی اوز کے نمائندوں نے ایک ذیلی کمیٹی بنائی ہے جو حکومت پاکستان کے مجوزہ بل کے متبادل قانون کا مسودہ تیار کرے گی تاکہ وہ این جی اوز جو مختلف قوانین کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہیں، وہ اس نئے قانون کے تحت رجسٹرڈ ہوسکتی ہیں۔

●●

ایورسٹ کا ستھراپن

انسان اور جنگلی حیات کے مابین مفاہمت

ژانگ ژان

دنیا کی بلند ترین چوٹی مونٹ ایورسٹ، جس کا مقامی نام مونٹ کومولنگا ہے، اس کے دامن میں سوائے اس فضلے کے جسے ہر سال کوہ پیما چھوڑ جاتے ہیں، کوئی آلودگی نہیں پائی جاتی۔ یہ امر کوہ پیماؤں کے لئے بہت خوش آئند ہے جو ہر سال اس چوٹی کو فتح کرنے کی غرض سے یہاں آتے ہیں۔

مونٹ ایورسٹ کے چینی حصے کی یہ صفائی دراصل کومولنگا نیچر پریزرو (QNP) کی بدولت ہے جو 1988ء میں 8,848 میٹر بلند پہاڑ کے شمالی حصے میں قائم کی گئی تھی۔

33,000 مربع کلومیٹر رقبے کو انسانی سرگرمیوں سے محفوظ کرنے کے لئے اس منصوبے میں جنوبی تبت کے چار دیہات گیورونگ، نیالام، ٹینگری اور ڈ-ِنگی شامل ہیں۔ یہ چین کا دوسرا بڑا فطری پریزرو ہے۔ چین کا سب سے بڑا پریزرو ژیانگ یوئی گر آٹونوسس ریجن شمال مغرب میں واقع ہے۔

کیو این پی کوہ ہمالیہ کے پامین اور 1,400 میٹر سطح سمندر سے بلند، چین کے سرحدی قصبے ژام سے 7,400 میٹر کی بلندی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں منطقہ حارہ کے جنگلات، برفیلی چوٹیاں، سطح مرتفع کی چراگاہیں اور الپائین صحراؤں پر مشتمل ہے اس لئے پریزرو میں نباتاتی اور حیواناتی تنوع پایا جاتا ہے جو 2,400 پودوں اور جانوروں کی اقسام پر مشتمل ہے۔ جن میں 47 اقسام کے برف کے چیتے، سیاہ گردن والی سارس، تبتی جنگلی گدھے جنگلی ہرن محفوظ کردہ اقسام ہیں۔

کیو این پی کے ایڈمنسٹریشن بیورو کے ڈائریکٹر زان زنگ لیانگ کا کہنا ہے کہ شاید یہ دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی ایکو سسٹم ہے جو تبت کے دوسرے بڑے شہر سیگاتس میں قائم کیا گیا ہے۔

بیورو کا بڑا مقصد پودوں اور جانوروں کی نادر اقسام کے تحفظ کے ساتھ مقامی لوگوں کی ضروریات اور بقا کا خیال کرنا بھی ہے جہاں مقامی باشندوں کو محفوظ شکارگاہ کو تباہ کرنے سے روکا جاتا ہے وہاں 70 ہزار افراد کی بہتری کے لئے بھی اقدامات کئے گئے ہیں۔

اس پریزرو کے 95 فی صد لوگ کسان اور گڈریے ہیں۔ ویسے بھی اوسطاً "5 ہزار میٹر کی بلندی پر زمین پر رہنے والوں کے لئے زندگی محال ہے۔ اس علاقے کے بعض باشندے چین کے غریب ترین لوگ ہیں۔

اگر مقامی لوگوں کو مفلسی سے نجات دلا دی جائے اور انہیں بہتر رہائشی سہولتیں میسر ہوں تو وہ جانوروں اور پودوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے" جناب یان کا کہنا تھا۔

انہوں نے کہا کہ "یہ فطری امر ہے کہ اگر لوگ بھوکے ہوں اور ان کے پاس پہننے کو کچھ نہ ہو تو وہ فطری وسائل کو ہی استعمال کریں گے۔ اگر مقامی لوگ ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں تو ماحول کے تحفظ کے لئے کی گئیں تمام کوششیں بے کار ہیں۔"

اس علاقے میں ماحول کے تحفظ کے لئے 3 سالہ سائنسی تحقیق کی گئی۔ اس محتاط تحقیق کے بعد علاقے کو فطری ماحول کے مطابق 3 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مرکزی، مضافاتی اور تجرباتی۔

مرکزی حصہ پریزرو کے 30 فی صد علاقے پر مشتمل ہے۔ یہاں پر حفاظت کے اصولوں پر سختی کی جاتی ہے۔ نادر جانوروں اور پودوں کو کسی بھی صورت میں بے آرام نہیں کیا جاتا۔ یہاں صرف چند سائنس دان تحقیق کی خاطر جا سکتے ہیں۔ تجرباتی اور مرکزی حصے کے درمیان مضافاتی حصہ ہے جو پریزرو کے 20 فی صد علاقے پر مشتمل ہے۔ یہاں تحفظاتی اقدامات قدرے کم اور نرم ہیں۔ یہاں منظم ط[illegible] سیاح اور محقق جا سکتے ہیں۔ مقامی لوگ محد[illegible]دار میں جلانے کی لکڑی کاٹ سکتے ہیں اور جڑی بوٹیاں جمع کر سکتے ہیں۔

کیو این پی تجرباتی حصے میں زیادہ مصروف ہے جہاں حکومت کے تعاون سے کسان کاشت کاری، شجر کاری اور مویشی پال کر اپنی رہائشی حالت کو بہتر کر سکتے ہیں۔ مقامی لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کا اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں۔

جناب زان نے کہا کہ ماحول کے تحفظ کے لئے مقامی لوگوں پر انحصار کرنا ضروری ہے۔ لیکن جب تک انہیں اچھی غذا نہ ملے وہ تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

حکومت کی امداد سے 27 کیلو میٹر آب پاشی کی نہر تعمیر کی گئی اور 136 ہیکٹر زمین کو کاشت کیا گیا 1994ء میں اجناس کی فصل میں [illegible]00 اضافہ ہوا جو وہاں کے دو ہزار باشندوں کی سال بھر کی خوراک کے لئے کافی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ معیشتی ترقی ماحولیاتی تحفظ کے لئے بہترین معاون ہے۔ جب لوگوں کا روزگار یقینی ہوگا تو وہ درختوں کو کاٹنے اور جنگلی جانوروں کے مارنے کا خیال ترک کر دیں گے۔ کیو این پی سے مستفید ہونے والے قصبے کا سیسو کے قریب اب جنگلی گدھے اور لنگور آرام سے گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور گذشتہ دو برسوں سے یہاں غیر قانونی طور پر درخت کاٹنے کی اطلاع بھی نہیں ملی ہے۔

کاسوڈیولپمنٹ پراجیکٹ کو یو این ڈی پی کا تعاون حاصل ہے۔

ڈیپتھ نیوز ایشیا آئی پی سی فیچر سروس

●●

مالاکنڈ ڈویژن اور کوہستان میں ٹمبر مافیا جنگلات کو تباہ کر کے ماحول کا ستیاناس کر رہا ہے۔ معین قریشی کی عبوری حکومت نے دو سال کے لیے درختوں کے کاٹنے پر پابندی لگائی تھی لیکن بعد میں آنے والی حکومتوں نے کبھی اس پابندی پر عمل نہیں کیا ذرائع کے مطابق ٹمبر مافیا دیر، ٹمبر گرٹھ، منوگرہ، درگئی، چیلاس، مدین اور کالام میں عمارتی لکڑی کا ذخیرہ کر رہا ہے اس مافیا کے لوگ دیر سے سوات تک اہم شاہراہوں کے ذریعے اور چیک دارا کے راستے سے کوہستان تک لکڑی لے کے جاتے ہیں اور اس کے بعد میدانی علاقوں تک لکڑی پہچانے کے لیے پالائی۔ درگئی کی کم استعمال ہونے والی سڑک استعمال کرتے ہیں حالانکہ راستے میں کئی جگہ پولیس موجود ہوتی ہے اور چیک پوسٹس بھی ہیں لیکن بدعنوان حکام کی وجہ سے روک تھام کے سارے طریقے ناکام ہو چکے ہیں

(بشکریہ ڈان)

●●

بلدیاتی انتخابات

جمہوریت کا واحد علاج مزید جمہوریت میں ہے

ژاں پال سارتر

شہری ذیل میں 11 فروری 1995 کو دی نیوز میں چھپنے والا کاشف قمر کا ایک انتہائی با موقع اور بر محل مضمون پیش کر رہا ہے۔

جمہوریت اور آزادی کے عظیم فرانسیسی علمبردار ژاں پال سارتر نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ جمہوریت کی خرابیوں کا واحد علاج مزید جمہوریت ہے۔ اس کے الفاظ اپنی اہمیت تسلیم کروا چکے ہیں لیکن ہمارے حکمرانوں نے کبھی اس نسخے پر انحصار نہیں کیا۔ جمہوریت اور جمہوری قواعد کی مشعل بردار پی پی پی نے بارہا قول و فعل میں تضاد کا مظاہرہ کیا ہے۔

جمہوریت کے بارے میں لمبے چوڑے دعووں کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بے نظیر بھٹو نے کبھی بھی اپنی پارٹی میں انتخابات کی اجازت نہیں دی اور پارٹی میں ہمیشہ اوپر سے نیچے تک اپنی مٹھی بھر وفا داروں کو مختلف عہدوں پر فائز کیا ہے۔ باہر والوں کو پارٹی کے اس نقطہ نظر سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن اگر یہی طریقہ عوامی دائرے میں آنے والی تنظیموں کے بارے میں اپنایا جائے تو ہر ایک کو اعتراض کا حق ہے۔ ان تنظیموں کو اپنی بقا اور نشوونما کے لئے جمہوریت درکار ہے۔ جمہوریت کے بارے میں ایڈہاک موقف کا سب سے پہلا شکار کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (KMC) ہوئی ہے۔

دنیا بھر میں بلدیاتی اداروں کو مقامی حکومت سمجھا جاتا ہے اور ہر جمہوری نظام انہیں جمہوریت کی نرسری گردانتا ہے۔ پاکستان میں مرحوم فوجی آمر جنرل ضیاء تک نے اسی جذبے کے ساتھ بلدیاتی اداروں کو اپنایا تھا اور ان کے لئے لگاتار تین انتخابات کرائے تھے لیکن جمہوریت کی عظیم مشعل بردار وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور پی پی کے جیالوں نے ہمیشہ ان بنیادی اداروں کے انتخابات سے گریز کیا۔ انہیں اپنے خلوص نیت کا ثبوت دینے کے دو مواقع ملے تھے لیکن دونوں مرتبہ وہ ناکام رہے۔ وزیر اعظم اور پی پی پی ابھی بھی آمر اور اس کی باقیات کے سخت ناقد ہیں اور شاید وہ بلدیاتی اداروں کے منتخبہ ڈھانچے کو آمر کا ورثہ سمجھتے ہیں۔

بے نظیر کی دوسری حکومت کے قیام کے بعد لوگ بلدیاتی انتخابات کی توقع کر رہے تھے۔ اگر بلدیاتی انتخابات ہوجاتے تو خاص طور پر کراچی کے لئے ایک عمدہ میکانزم مہیا ہوجاتا۔ اور اہالیان کراچی جن کی حکومت سندھ میں کوئی نمائندگی نہیں ہے اور جنہیں یہ احساس ہو رہا ہے کہ انہیں کونے میں دھکیل دیا گیا ہے ان کی یہ شکایت بھی رفع ہوجاتی۔ لیکن بے نظیر بھٹو نے اپنی ماضی کی روش سے انحراف نہیں کیا اور بلدیاتی انتخابات کو ملتوی کردیا۔ اور کے ایم سی پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اس نے انتخابات کی بجائے نامزدگی کا طریقہ اپنایا جس کے خلاف وہ ضیاء الحق کے دور میں احتجاج کرتی رہی تھیں۔

لوگوں نے ان خدشات کا اظہار کیا تھا کہ مشاورتی کونسل کے ارکان کے ایم سی اور کے ڈبلیو ایس بی کے وسائل کی منظم طور پر لوٹ مار کریں گے جب کہ حکومت نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ارکان بنیادی سطح پر بے لوث عوامی خدمت کے نئے ریکارڈز قائم کریں گے۔ اس تجربے کے نتائج نے عوامی خدشات کی تصدیق کی ہے۔

پی پی پی کے نامزد کردہ کے ایم سی مشاورتی کونسل کے ایک رکن سہیل انصاری نے کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کے گریڈ بیس کے افسر آفتاب احمد کی پٹائی کرکے اخبارات میں شہ سرخیاں لگوائیں یہ حرکت محض ایک چھوٹی سی بات پر کی گئی تھی۔ سہیل انصاری کو اپنے استعمال کے لئے KWSB کی گاڑی درکار تھی اور اس نے آفتاب احمد کو اپنا مطالبہ پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔ آفتاب احمد نے ایڈمنسٹریٹر کی جانب سے ممانعت کی وجہ سے گاڑی مہیا کرنے یا خریدنے سے معذوری ظاہر کی تھی۔

عوامی رقم اور وسائل کی لوٹ مار کے لئے اقتدار اور لالچ کا یہ مظاہرہ جمہوریت اور مطلق العنانیت کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ سہیل انصاری کا کیس مجموعی بدصورتی کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ ماضی میں اسی کونسل کے ارکان ہر میٹنگ میں محض اپنے اعزازیوں، سہولتوں، ترقیاتی فنڈز کے اجراء وغیرہ کے لئے آواز اٹھاتے رہے ہیں۔ انہوں نے ٹوٹی پھوٹی سڑکوں، بند نالوں، بدبو دار گلیوں، کچرے کے ڈھیر وغیرہ کے لئے کبھی حکومت کے سامنے عوام کی ترجمانی نہیں کی۔ وجہ سیدھی سی ہے۔ وہ صرف اپنے مسئلے کی ترجمانی کرتے ہیں اور جو مسئلہ ان کا نہیں ہے اسے نظر انداز کردیتے ہیں۔

مشاورتی کونسل کی درجنوں ذیلی کمیٹیاں ہیں۔ ہر ذیلی کمیٹی کا ایک چیئرمین اور ایک وائس چیئرمین ہے۔ ہر چیئرمین اور اس کے نائب کو علیحدہ کمرے اور کاریں دی گئی ہیں تین ہزار روپے ماہانہ اعزازیہ، موٹر سائیکل اور اس کے پٹرول کا خرچہ اور متفرق اخراجات کے لئے 1500 روپے اس کے علاوہ ہیں۔ ارکان کی مجموعی تعداد 230 ہے۔

کے ایم سی کے لئے جمہوری طور پر منتخبہ کونسل کہیں سستی پڑتی اور اس "بے غرض" نامزد کردہ کونسل کے مقابلے میں اسے عوامی مسائل کے بارے میں کہیں زیادہ تشویش ہوتی کیونکہ ایسی کونسل عوامی امنگوں کا اظہار ہوگی اور وہ احتساب اور جوابدہی کے جذبے کے تحت کام کرے گی جو کہ کسی بھی نامزد کردہ سیٹ اپ بشمول کے ایم سی کی ایڈوائزری کونسل کے لئے ایک اجنبی چیز ہے ہم توقع کرتے ہیں کہ ہماری اعلیٰ تعلیم یافتہ وزیر اعظم بھی اس نتیجے پر پہنچیں گی۔ ●●

شہری کی سرگرمیاں

شہری نے نیو کراچی کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی اور رمانیا سوسائٹی میں کمیونٹی کی شراکت سے کچرے کے نکاس کے لیے ایک لائحہ عمل ترتیب دیا ہے۔ یہ علاقہ دو سو گھروں پر مشتمل ہے جہاں دو ذیلی برادریاں رہائش پزیر ہیں۔ اس علاقے میں گلیوں میں کوڑے کے ڈھیر لگے رہتے ہیں باغوں کا کوڑا، تعمیراتی ملبہ اور کچرا ڈپوؤں میں پھینکے جانے والا کمرشل کچرا چاروں طرف بکھرا رہتا ہے اور آلودگی کا مسئلہ پیدا کرتا ہے۔

بلدیہ کا عملہ گلیوں کی باقاعدگی سے صفائی نہیں کرتا۔ شہری کیمونٹی کے ذریعے کچرے کو ٹھکانے لگانے کا ایک منظم نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ کچرے کو ٹھکانے لگانے کے حوالے سے اس وقت جو صورت حال ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے شہری کارکن گھر گھر جا کے سروے کر رہے ہیں تاکہ ماحولیاتی صفائی کے بارے میں لوگوں کے نظریات اور رویے حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق کچرے کو ٹھکانے لگانے، حیاتیاتی فاضل مادوں کا استعمال اور کچرے کو ٹھکانے لگانے کے ایک ایسے نظام کو قائم کرنے کی خواہش جسے خود ہی چلایا جائے اور خود ہی اس کی نگرانی کی جائے۔ یہ صرف ایک سروے نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اہالیان علاقہ کو ترغیب دے کر متحرک کرنا بھی ہے۔

اب تک مکینوں کا ملا جلا رد عمل سامنے آیا ہے۔ ان میں سے بیشتر تعاون کے لئے تیار ہیں لیکن کچھ کا خیال ہے کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ اس وجہ سے شہری کے اور کیمونٹی کے کارکنوں نے خود تعاون کے خواہش مند اہالیان علاقہ اور خاکروبوں اور کوڑا چننے والوں کی مدد سے گلیوں کو صاف کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ ہم لوگ واقعی اس علاقے میں کچرے کو ٹھکانے لگانے کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بعد میں شہری اور کیمونٹی کے کارکن سڑکوں کی باقاعدگی سے صفائی اور گھروں سے کوڑا جمع کرنے کے لئے خاکروبوں کو ملازم رکھیں گے۔ کیمونٹی کے رضا کاروں میں مہارت پیدا کرنے کے لئے تربیتی مواد تیار کیا جائے گا تاکہ وہ کیمونٹی کے معلم، کیمونیکیٹر اور مقامی نگراں کے طور پر کام کرسکیں۔ حیاتیاتی فاضل مادوں کے استعمال کی تربیت دینے کے لئے بھی تعلیمی اور ابلاغی مواد تیار کیا جائے گا۔ کیمونٹی رضا کاروں کو غیر رسمی صحت کی تعلیم کیمونیکیشن اور مانیٹرنگ کے لئے منصوبہ بندی کی دو روزہ تربیت دی جائے گی اور دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے سامنے گھریلو پیمانے پر حیاتیاتی فاضل مادوں سے کھاد تیار کرنے کے طریقے کا مظاہرہ کیا جائے گا۔

کے ایم سی کے ساتھ تعلقات کار قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ کے ایم سی کی مدد کرنے کے لئے مشترکہ طور پر ایک کام کے منصوبے کو نافذ کیا جائے اور اس کی نگرانی کی جائے۔ یہ بات واضح ہے کہ کیمونٹی کے تعاون اور مدد کے بغیر کے ایم سی اپنے طور پر تنہا یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتی۔ ●●

پینے کا پانی ابالنے کے لیے

اسٹیل کے برتن محفوظ ہیں

ایلمونیم کے برتن میں پانی ابالنا خطرے سے خالی نہیں

کراچی واٹر سپلائی بورڈ کے فراہم کردہ نل کے پانی میں ایلمونیم کی مقدار 0.24 ملی گرام فی لیٹر پائی گئی ہے جو عالمی ادارہ صحت (WHO) کے 0.2 ملی گرام فی لیٹر کے معیار سے مطابقت رکھتی ہے۔

اگر پانی کو ایلمونیم اور بھرت کے بنے ہوئے برتنوں میں ابالا جائے یا ان برتنوں میں کھانا پکایا جائے تو پانی میں ایلمونیم کی خاصی مقدار شامل ہوجاتی ہے۔ اس کا انکشاف سوسائٹی فار کنزرویشن اینڈ پروٹیکشن آف انوائرنمنٹ (سکوپ) کے زیر انتظام پانی پر کئے جانے والے ایک تجربے سے ہوا۔ ایلمونیم کے برتن میں ابالے جانے والے پانی میں ایلمونیم کی مقدار 0.94 ملی گرام فی لیٹر پائی گئی لیکن جب پھٹکری ملے پانی کو ایلمونیم کے برتن میں ابالا گیا تو اس ایلمونیم کی مقدار کہیں زیادہ یعنی 72ء1 ملی گرام فی لیٹر پائی گئی جب کہ اسٹین لیس اسٹیل کے برتن میں ابالے جانے والے نل کے عام پانی میں ایلمونیم کی مقدار 0.28 تھی۔

”جب تک آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ ذخیرہ شدہ پانی میں کسی خاص کیمیکل کی صحیح مقدار کیا ہے تب تک کبھی بھی پھٹکری، کلورین، پوٹاشیم پرمیگنیٹ چونا یا کوئی اور کیمیکل اپنے زیر زمین بالائی ٹینکی میں استعمال نہیں کرنی چاہیے۔“ یہ پینے کے پانی کے بارے میں مختصر تربیتی کورس کے شرکاء کے لئے کورس کے کوآرڈینیٹر نیول لائل کا مشورہ تھا۔

اس پروگرام میں بکٹیریا اور کیمیکلز کے ذریعے پانی کی آلودگی کے بارے میں مختصر گفتگو بھی شامل تھی۔ شرکاء کو ناخالص پانی کو پینے کے قابل بنانے کے آسان اور سادہ گھریلو طریقے بھی بتائے گئے۔

شرکاء کو ان مختلف اقدامات کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ جو این جی اوز نے پینے کے پانی کے بارے میں کئے ہیں۔ اسی طرح کا ایک سروے پانی کو استعمال کرنے سے پہلے ابالنے کے بارے میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹروں کے نزدیک پانی کو پینے کے قابل بنانے کا سب سے سستا اور محفوظ طریقہ اسے ابالنا ہے پینے کے پانی میں آلودگی نے لوگوں کو مجبور کردیا ہے کہ وہ اسے محفوظ بنانے کے لئے اسے ابالیں۔

پاکستان میں لوگوں کی اکثریت پانی کو ابالنے کے لئے ایلمونیم کے برتن استعمال کرتی ہے اس طرح وہ آہستہ آہستہ ایلمونیم کی زہر خورانی کے خطرے سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

ماہرین صحت کے مطابق پانی یا کھانے کے ذریعے ایک ملی گرام فی لیٹر سے زیادہ ایلمونیم کی مقدار کا جسم میں داخل ہونا ”ایلمونیم کا زہریلا پن“ پیدا کرسکتا ہے جس سے دماغ، جگر اور آنتوں کی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

طبی ماہرین کے مطابق ایلمونیم کے زہریلے پن کا سب سے زیادہ اثر دماغ پر ہوتا ہے ایلمونیم کی بدولت یادداشت کا غائب ہونا اور دماغ پر اس کے اثرات ایک جان لیوا بیماری ہے۔ ابتدائی مظاہر میں بے چینی، یادداشت کا کھوجانا اور گفتگو میں خاص طرح کی رکاوٹ شامل ہیں۔ بیماری کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہاتھوں میں لرزش، عضلات کا جھٹکے کھانا، دماغی فتور، بے تحاشہ نیند آنا اور دورے پڑنا شامل ہیں۔ اس بیماری کی بدولت مرجانے والوں کے دماغ کے خاکستری مادے میں ایلمونیم کی سطح میں بہت زیادہ اضافہ پایا گیا ہے۔

دیگر مظاہر میں انیمیا، پٹھوں کا درد، شدید قسم کا ہڈیوں کا درد جو وٹامن ڈی کے بارے میں عدم اثر پزیری رکھنے والی ہڈیوں کی تباہی اور اس کے بعد فریکچرز کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایلمونیم ہڈی کی تہوں کے درمیان جمع ہونے لگتا ہے اور ہڈی کی تشکیل میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ زیادہ تر صورتوں میں یہ خطرناک ثابت ہوتا ہے لیکن کچھ صورتوں میں اس کے دماغ پر ہونے والے نقصان دہ اثرات کو روکا جاسکتا ہے اگر پانی یا کھانے کے ذریعے جسم میں اس کا داخلہ بند کردیا جائے۔ الزیمیر (ALZHEIMER) بیماری اور دیگر طرح کی یادداشت کھوجانے کی بڑھاپے کی بیماریوں کا تعلق دماغ میں ایلمونیم کے جمع ہوجانے سے ہے۔ اگر آپ ایلمونیم کے زہریلے اثرات سے بچنا چاہتے ہیں تو پانی کو اسٹین لیس اسٹیل کے برتنوں میں ابالنے کی عادت اپنائیں نہ کہ ایلمونیم کے بھرت کے بنے ہوئے برتنوں میں۔

سیسہ پانی کو آلودہ کرنے والا ایک اور عنصر ہے۔ یہ گیلوینائزڈ پائپ اور گیزر کے ذریعے پانی میں شامل ہوجاتا ہے لیکن پینے کے پانی کو خطرناک حد تک آلودہ کرنے والا عنصر بکٹیریا ہے۔ بکٹیریا پانی اور سیوریج کی لائنوں کے ٹوٹنے اور گندے پانی کے پینے کے پانی میں شامل ہوجانے سے یا پائپ سے پانی رسنے کی وجہ سے پینے کے پانی میں شامل ہوجاتے ہیں۔ انسانی فضلے سے پانی کے آلودہ ہونے کے سینکڑوں واقعات سامنے آتے ہیں اور شہر کے اسپتالوں میں پیچش کے بہت سے مریض داخل ہوتے ہیں اور بہت سے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

سکشن پمپ کا استعمال بھی پانی کو آلودہ کرنے کا سبب بنتا ہے کیونکہ جب بہت سے سکشن پمپ ایک ساتھ چلتے ہیں تو پانی کی لائنوں میں خلا پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے حصوں اور سوراخوں میں سے گندی نالیوں کا پانی کھنچ کر اندر آجاتا ہے۔

کورس کے شرکاء کو سکوپ کی ہائیڈرو لیبارٹری میں پینے کے پانی کے بہت سے پیرامیٹرز کا تعین کرنا سکھایا گیا۔ کورس کے کوآرڈینیٹر نے بکٹیریا کی پیدا آوری اور پینے کے پا[illegible]ن کی تعداد کا حساب لگانے کا مظاہرہ کیا شرکاء کو اس موضوع پر وڈیو فلمیں بھی دکھائی گئیں۔

انسٹرکٹر نے شرکاء کے سامنے پینے کے پانی کی آلودگی کے بہت سے پہلوؤں کا تعارف پیش کیا۔ شرکاء میں گھریلو بیبیاں، اساتذہ، ڈاکٹرز، رضا کار اور طلبہ شامل تھے۔ انہیں ان خوف ناک بیماریوں کے بارے میں بھی بتایا گیا جو آلودہ پانی کے استعمال کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔

غیر سرکاری محلہ تنظیموں اور اسکولوں کی مدد سے مستقل قریب میں کراچی کے مختلف علاقوں میں ایسے ٹریننگ کورسز منعقد کئے جائیں گے۔

تعارف

ایس پی او

شہری تنظیموں کو مستحکم بنانا

یہ این جی او کمیونٹی کی بنیاد پر بننے والی تنظیموں کی مدد کرتی ہے

پاکستان نے تیل کے کنویں کھودنے کے لیے کینیڈا سے رقم مانگی تھی لیکن اس نے انکار کردیا تھا۔ بہرحال کینیڈا کی حکومت امداد دینے پر راضی ہوگئی تھی جسے آسان اقساط میں لوٹایا جانا تھا۔ امداد کی واپسی کے وقت کینیڈا کی حکومت نے فیصلہ کیا کہ اس رقم کو سماجی شعبے کی ترقی کے لیے استعمال کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی عائد کردی گئی تھی کہ اس رقم کو ان کی رہنمائی اور نگرانی میں خرچ کیا جائے گا۔

1987ء میں سیڈا نے ایک سوشل سیکٹر فنڈ (SSF) پراجیکٹ قائم کیا تاکہ پاکستان میں سوشل سیکٹر کو فنڈز فراہم کیے جاسکیں۔ 80 فی صد فنڈز پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے سرکاری شعبے کے سالانہ ترقیاتی پروگرام (ADP) کے چیدہ چیدہ سماجی ترقیاتی منصوبوں کی اعانت کے لیے استعمال کیے گئے اور بقیہ بیس فی صد کمیونٹی کے لیے بنائے جانے والے غیر سرکاری پراجیکٹس کے لیے علیحدہ رکھ دیے گئے غیر سرکاری منصوبوں کے لیے رقم کی فراہمی کو ایس ایس ایف کے تحت بنائی جانے والی ایک ایجنسی کو آرڈینیٹ کرتی تھی جسے اسمال پراجیکٹس آفس (ایس پی او) کہا جاتا ہے۔ شروع میں انھوں نے کچھ فیلڈ ورکرز کو ملازم رکھا لیکن بعد میں، (1990ء میں) انھوں نے اپنے حلقہ کار میں توسیع کی۔ ایک علاقائی آفس قائم کیا گیا اپنے قیام کے وقت یہ دیہی یا شہری علاقوں پر خصوصی زور دیے بغیر سارے علاقے کے لیے قائم کیا گیا اپنے قیام کے وقت یہ دیہی یا شہری علاقوں میں این جی اوز کو سی بی اوز (کمیونٹی بیسڈ آرگنائزیشن) کہتے ہیں۔

گزشتہ سال میں ایس پی او نے کام کے لیے یکے بعد دیگرے دو حکمت عملیاں اختیار کیں۔ 1987ء سے 1990ء تک ایس پی او نے رضاکار دیہی تنظیموں کے پیش کردہ منصوبوں کے لیے رقم فراہم کی اور ان منصوبوں، جو بنیادی طور زیریں ڈھانچے کے تھے کے لیے رقم فراہم کرنے والی درمیانی تنظیم کے طور پر کام کیا۔ اس حکمت عملی کو اپنانے کی وجہ سے جو بنیادی مسئلہ پیش آیا وہ رقم وصول کرنے والی تنظیموں میں منظم طور پر منصوبہ بندی کرنے اور ان پہل قدمیوں کو موثر طور پر نافذ کرنے کی استعداد کا فقدان تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس پروگرام کو بہت سی رکاوٹوں اور زیاں کا سامنا کرنا پڑا۔

پھر ایس پی او نے مقامی وسائل کو کام میں لانے، ان کے انتظام اور اشیاء کی فراہمی کی منصوبہ بندی جو کمیونٹی کی حلقہ بندیوں سے متاثر ہوتی تھیں کے لیے مقامی کمیونٹی تنظیموں کو تربیت دینے کے عمل کا آغاز کیا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ساتھی CBOs کی تربیت کے لیے ڈیولپمنٹ پلاننگ اینڈ مینجمنٹ (ڈی پی ایم) ٹریننگ ورکشاپس کا پروگرام شروع کیا گیا 93-1992ء کے دوران میں 52 CBOs کے عہدیداروں کو ڈی پی ایم پروگرام کے تحت تربیت دی گئی جب سیڈا (CIDA) نے "طویل المیعاد ڈیزائن کی تجویز" پیش کی جسے حکومت پاکستان نے منظور کرلیا تو ایک مقامی این جی او جسے ایک خود مختار بورڈ آف گورنرز چلاتا تھا اور جس کی رہنمائی پاکستانی انتظامیہ کرتی تھی کی ساختیاتی تبدیلی کے نتیجے میں ملکیت موثر طور پر حکومت سے نجی شعبے کو منتقل ہوگئی۔ طویل المیعاد ڈیزائن کی تجویز ایس پی او کے نصب العین کی تصدیق کرتی ہے:-

"کم آمدنی والی بستیوں کی مدد کے لیے این جی اوز اور کمیونٹی کی بنیاد پر کام کرنے والی تنظیموں کو مضبوط بنانا تاکہ پائیدار ترقی کے لیے اپنے مقاصد حاصل کیے جاسکیں"

چنانچہ ایس پی او کے مقصد کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ اپنی مدد آپ پر زور دیتے ہوئے دیہی تنظیموں کو شراکتی ترقیاتی عمل میں حصہ لینے کے قابل بنایا جائے ایس پی او کے تجربے سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب تک ادارہ جاتی استعداد کی تشکیل کو زیادہ ترجیح نہ دی جائے، مالیاتی وسائل کا متعارف کرانا نسبتاً زیادہ سماجی اخراجات کی شکل میں ظاہر ہوگا نہ کہ فوائد کی شکل میں۔ چنانچہ منصوبہ بندی اور فیصلوں کے اس طرح نفاذ کی صلاحیت جو کمیونٹی کی ضرورتوں کا موثر جواب ہو، میں مدد دینے کے لیے این جی اوز نے "سانجھے داری کے منصوبے" بنانے پر توجہ دی

پروگرام کا مقصد

اپنی سماجی اور اقتصادی ترقی کے عمل کو خود آگے بڑھانے کے لیے دیہات کے غریبوں کی استعداد میں اضافہ کرنا

تنظیمی ڈھانچہ

ایس پی او کا ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں ہے اور چار علاقائی مراکز پشاور، لاہور کوئٹہ اور حیدر آباد میں ہیں۔ اس نے مکران ڈویژن میں ایک دیہی تعلیمی پروگرام بھی شروع کر رکھا ہے جس کا دفتر تربت میں ہے۔

ان تمام مراکز میں تعلیم یافتہ پیشہ ور ترقیاتی سائنس دان ٹیکنیکل آلات کے ساتھ موجود ہیں۔ گزشتہ پانچ سالوں میں ایس پی او نے 89 منصوبوں کے لیے رقم فراہم کی ہے اور ان کی اعانت کی ہے۔ رقم فراہم کرنے کے مرحلے کے دوران میں مندرجہ ذیل مسائل پیش آتے ہیں۔

(1) نفاذ میں مشکلات : (منصوبہ بندی میں کیمونٹی کو شامل نہیں کیا گیا تھا اس لیے نفاذ کے مرحلے میں کیمونٹی نے کچھ باتوں کی مزاحمت کی)

(2) رقوم کی خرد برد، سہولتوں کو پورے طور پر استعمال نہ کرنا یا کیمونٹی میں کچھ مفاد رکھنے والے گروہوں کی جانب سے ان سہولتوں کے استعمال کی بدولت دوسروں کی رسائی محدود ہوجانا۔

(3) رقم وصول کرنے والے گاؤں میں حل نہ ہونے والے اختلافات اور دیہی تنازعات۔

ایس پی او اب پراجیکٹ کے لیے رقم فراہم کرنے کی شرط اولین کے طور پر ایک وسیع البنیاد سماجی سہارا تشکیل دینا چاہتی ہے تاکہ غلط استعمال اور کم استعمال کی روک تھام ہوسکے۔ وہ تنظیموں کی اپنی کمیونٹیوں میں ترقیاتی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی اور نفاذ کی استعداد کو بہتر بنانے پر توجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ وہ اپنی بستیوں میں اقتصادی اور سماجی تبدیلی کے ایجنٹ کے طور پر کام کرسکیں۔

دوسرا مرحلہ کیمونٹی کی بنیاد پر کام کرنے والی تنظیموں (CBOs) کی استعداد کو بڑھانے کے لیے وقف کیا گیا ہے۔

ایس پی او ان تنظیموں کو خاص طور پر ان معاملات کے بارے میں تربیت دیتی ہے جن کا **تعلق (1) تربیتی معاونت (2) ٹیکنیکل معاونت (3) مالی امداد** سے ہو سی بی اوز کو چننے کا معیار یہ ہے کہ اس سی بی او نے کیمونٹی کے لیے کتنا کام کیا ہے اور یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آیا کیمونٹی بھی اس خاص سی بی او کے ساتھ ہے یا سی بی او کو وہ ویسا اپنے لیے چاہیے۔

ایس پی او کی پالیسی یہ ہے کہ وہ ہر سال دو اضلاع لے لیتی ہے۔ ہر ضلع میں ایک گروہ ہوتا ہے اور ہر گروہ میں آٹھ سی بی اوز ہوتی ہیں مثال کے طور پر ایس پی او سندھ کے دو کو آرڈینیٹرز ہیں۔ ایک مرد اور ایک عورت یہ

لوگ گروہی نقطہ نظر سے کام کرتے ہیں اور سی بی اوز کے ساتھ نئی صورت حال کے بارے میں لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے میٹنگیں کرتے ہیں اور اس علاقے کا دورہ کرتے ہیں جہاں سی بی اوز کام کررہی ہیں تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ کس قسم کی تربیت دی جارہی ہے۔

ڈی پی ایم

ایس پی او کمیونٹی کی بنیاد پر کام کرنے والی ان تنظیموں کی ضروریات کے مطابق ایک پیکیج تیار کرتی ہے ہر گروہ کو تین روزہ تربیت دی دی جاتی ہے۔ ہر علاقہ خود اختیار ہوتا ہے۔ تربیت ان کے اپنے علاقوں میں دی جاتی ہے کیوں کہ یہ زیادہ مناسب ہے۔ نیٹ ورک بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سی بی او کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو یا وہ ایک ہی علاقے میں ہوں۔

اس کے لیے طریقہ کار یہ استعمال کیا جاتا ہے کہ سی بی اوز کو تین روزہ تربیت دی جاتی ہے۔ ہر سی بی او کو اپنی تنظیم کے تین ارکان بھیجنا ہوتے ہیں۔ اس تربیت میں 27 ارکان نے حصہ لیا۔ بعد میں ان تربیت یافتہ ارکان کو اپنی تنظیم کے دیگر ارکان کو تربیت دینا ہوتی ہے۔ پروگرام افسران ٹریننگ سیشنز میں مبصر اور (Facilitator) فیسلیٹر کی حیثیت سے شامل ہوتے ہیں۔ ٹریننگ کے بعد سی بی اوز کو اس ٹریننگ میں سکھائے گئے طریقوں پر عمل درآمد کے لیے ایک ماہ دیا جاتا ہے اس کے بعد ایس پی او اور سی بی او دوبارہ ملاقات کرتے ہیں اور ٹریننگ کے نتائج پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور مختلف اضافوں میں CBOs کی مزید ضروریات کا ٹریننگ کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں۔ یہ ایک سال طویل عمل ہوتا ہے اور مجموعی طور پر یہ تین سالہ پراجیکٹ ہے۔ ایس پی او سے مدد حاصل کرنے کی خواہش مند سی بی او کے بارے میں فیصلہ کرنے کا معیار یہ ہے کہ کیا وہ واقعی ضرورت مند ہیں اور انہیں کمیونٹی کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ ہے۔ کوئی بھی ایسی تنظیم جو ایسی مہارتیں رکھتی ہو جن سے وہ کمیونٹی کو فائدہ پہنچا سکے لیکن اس کے پاس مالی وسائل نہ ہوں تو SPO تکنیکی اور مالی طور پر اس کی کفالت کرتی ہے۔ SPO کوشش کرتی ہے کہ ان سی بی اوز کی ضروریات کے مطابق ان کا رابطہ دیگر NGOs یا ڈونرز کے ساتھ قائم کروائے۔

ایس پی او نے اپنے کمیونیکیشن پروگرام کے تحت سوشل فارسٹری کی طرف دی جانے والی تربیت (جو صرف کسانوں کے لیے تھی) کے بارے میں 55 سی بی اوز کو معلومات فراہم کیں جن میں سے 34 نے شرکت کی اور چودہ نے اپنے لیے اسی طرح کی ٹریننگ حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یوں کمیونٹی ڈیولپمنٹ ورکرز ایس پی او کے کمیونیکیشن پروگرام سے مستفید ہوئے۔ ترقیاتی رقوم کا اندازہ لگانے کے بعد ایک CBO کو عام طور پر پانچ لاکھ روپے دیے جاتے ہیں۔ اس کا سی بی اوز پر اچھا اثر پڑتا ہے اوکس فیم (OXFAM) کی رپورٹ کے مطابق ایس پی او کی تربیت یافتہ سی بی اوز کے گروہوں کی جانب سے کئی تجاویز سامنے آئی ہیں۔

سیڈا شروع سے اس تنظیم کے کام کی نگرانی کرتی رہی ہے۔ جب 1994 میں اسے پاکستانی حکام کو منتقل کیا گیا تو اس کا نام بدل دیا گیا اب SPO سے مراد (ORGANISATION PARTICIPATORY STRENGTHENING) اس کی پاس پانچ سال کے لیے فنڈز موجود ہیں جنہیں بتدریج کم کیا جائے گا۔ ابتداء میں انہوں نے مشاورتی سروس شروع کی تھی لیکن بعد میں اسے ختم کردیا گیا کیوں کہ یہ ان کے منشور میں شامل نہیں تھی۔

ایسے دیہات جہاں کوئی بھی خواندہ عورت نہیں ہے وہاں ایس پی او نے عورتوں کے لیے خواندگی پروگرام شروع کیا ہے ان عورتوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے گروہ میں پانچ سال سے کم عمر کی بچیاں 'دوسرے میں نو سال اور اس سے بڑی بچیاں اور تیسرا گروہ بالغ عورتوں کا ہے۔ اس پراجیکٹ کے لیے برٹش کونسل 'ایس پی او اور سیڈا رقم فراہم کررہے ہیں۔ اس پروگرام کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ پانچ سالہ پروگرام کو تین سال کے اندر مکمل کرلیا جائے گا۔

ایس پی او کو بھی سماجی دباؤ کا تجربہ نہیں ہوا لیکن سی بی اوز کو ان علاقوں میں جو وڈیروں کے زیر اثر ہیں بہت زیادہ سماجی دباؤ اور کمیونٹی کے باہمی عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شروع میں لوگ سی بی اوز کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے کیوں کہ وہ وڈیروں کی طرح کمیونٹی کو مالی مدد فراہم نہیں کرتی تھیں لیکن بعد میں سی بی اوز کے کمیونٹی ورک کی وجہ سے وہ ان کی طرف راغب ہونے لگے۔

●●

"شہری" سے پوچھئے

یہ معلوم کرنے کے لیے کہ بلدیاتی حکومت کا کون سا محکمہ آپ کے شہری مسائل کو حل کرنے میں مدد دے سکتا ہے "شہری" سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے

شہری (سی بی اے)
206-جی-بلاک II
پی ای سی ایچ ایس کراچی

موضوع: اپنے علاقے میں

کچرے کے ڈھیر کی شکایت

میں مانیا کالونی میں رہتی ہوں اور آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ ہمارے علاقے میں سڑکوں کے کنارے غیر قانونی کچرے کے ڈھیر جمع کیے جاتے ہیں۔

براہ مہربانی مجھے بتائیے کہ میں اس پریشانی سے نجات پانے کے لیے کس سے رابطہ قائم کروں کیوں کہ اس کی وجہ سے بہت زیادہ ماحولیاتی آلودگی پھیل رہی ہے۔

شکریہ
مسز حق- مقیم مانیا کالونی

سبز پٹی کا غلط استعمال

شہید ملت روڈ کی پٹی کو غلط طور پر کار پارکنگ کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ براہ مہربانی مجھے بتائیے کہ اس طرح کی صورت حال سے کون سے اتھارٹی نمٹتی ہے تاکہ میں اس سے مدد طلب کرسکوں۔

مسز صدیقی- مقیم این کے سی ایچ ایس

مسز رشید الدین راشد
رکن مشاورتی کونسل
کراچی- پنچایت کالونی 60
ڈسٹرکٹ ایسٹ میڈیکل آفس
کے ایم سی ڈینٹل کلینک
بالمقابل اسلامیہ کالج
کراچی- فون نمبر 4918196

مسز عطاء داس
ہیلتھ آفیسر- ہیلتھ ڈپارٹمنٹ
بالمقابل سندھ مسلم ہاؤسنگ مارکیٹ- ایس ایم سی ایچ ایس
کراچی- فون نمبر 431384

عبدالوحید بھٹی
انسپکٹر- ہیلتھ ڈپارٹمنٹ
بالمقابل سندھ مسلم ہاؤسنگ مارکیٹ- ایس ایم سی ایچ ایس
کراچی- فون نمبر 431384

مسز را حسن
سب انسپکٹر- ہیلتھ ڈپارٹمنٹ- بالمقابل سندھ مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی مارکیٹ
ایس ایم سی ایچ ایس کراچی فون نمبر 431384

●●

شہری کے نئے ارکان

245 جناب عشرت حنیف
246 جناب نذیر محمود
247 جناب کمال اظفر گورنر سندھ
248 جناب قائم علی شاہ ایم پی اے
249 جناب کاظم حسن
250 مسز ظفر رشید الحق
251 جناب عارف عثمان
252 جناب ندیم احمد
253 جناب کاشف علی شاہ

مکلی......ایک محافظ کے انتظار میں!

مکلی کے نقشین ٹکڑے معزز شخصیات کے ڈرائنگ روموں میں نظر آتے ہیں۔

مکلی کے آثار قدیمہ کے قیمتی خزانے کو ہر شخص مفت حاصل کرسکتا ہے۔ آئیے اور جو آپ کو پسند ہے لے جائیے آپ صدیوں پرانے پ[illegible]یں یا جو بھی چاہیں لے جائیں اور اسے بیچ دیں یا اپنے ڈرائنگ روم میں سجالیں۔ کم از کم آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ کی کارکردگی کو دیکھ کر تو ایسا ہی لگتا ہے جو مکلی کی پہاڑیوں میں واقع چودھویں صدی کے ان کھنڈرات کی حفاظت اور دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے۔

کئی عشروں سے سندھ کے ثقافتی ورثے سے دست بردار ہوجانے اور اسے نظر انداز کرنے پر اب مکلی ہمارے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لیے سامنے آیا ہے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ایک صوبائی قانون ساز نے ان صدیوں پرانے آثار قدیمہ میں مبینہ طور پر ایک غیر قانونی اقدام کیا جس کے بدولت مکلی پاکستانی اور بین الاقوامی پریس کی سرخیوں کی زینت بنا۔

اب ایک مرتبہ پھر لوگوں کی توجہ دنیا کے ا[illegible]م قبرستان کی جانب مبذول ہوگئی ہے۔ مکلی کے المیے کے بارے میں معاشرے کے مختلف طبقات کا رویہ مختلف رہا ہے۔ زیادہ تر لوگوں نے زبانی جمع خرچ' استہزائیہ پن اور انگشت نمائی جیسے روایتی ردہائے عمل کا مظاہرہ کیا۔

"ایک زیر حفاظت علاقے میں اس کو سڑک تعمیر کرنے کی جرات کیسے ہوئی" ان لوگوں نے ناراضگی سے پوچھا جو سندھ کے ثقافتی ورثے کا خیال رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ "وہ ایک دولت مند اور بارسوخ شخص ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے" دوسروں نے تبصرہ کیا زیادہ تر لوگوں کی توجہ کا مرکز پی پی کا وہ غیر مشہور قانون دان رہا جس نے زیر حفاظت علاقے سے گزرنے والی سڑک کی تعمیر کا حکم دیا تھا لیکن گزشتہ چار عشروں سے مکلی کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر کسی نے توجہ نہیں دی۔

"غلام قادر پلیجو نے آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ اور مقامی انتظامیہ کی اجازت کے بغیر سڑک تعمیر کرکے خود کو ایک اسکینڈل میں ملوث کرلیا ہے" ٹھٹھ کے ایک شہری نے کہا "لیکن آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ مکلی میں ہونے والے سارے نقصانات کے لیے اس کو قربانی کا بکرا بنا رہا ہے۔"

مکلی کے تاریخی نوادارات کی حفاظت کے ضمن میں آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ کا کردار اختلافی دکھائی دیتا ہے۔

چونکہ پاکستان میں آثار قدیمہ کی جگہوں کو قومی ورثے کا حصہ سمجھا جاتا ہے اس لیے مکلی کی دیکھ بھال اور حفاظت وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

"وفاقی حکومت کے آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ نے سندھ کی تاریخی یادگاروں کے خلاف امتیاز روا رکھا ہے۔ مکلی سے ہونے والی آئے دن کی چوریوں اور اس کی زبوں حالی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ کے لیے سندھ کی تاریخی یادگاریں کیا اہمیت رکھتی ہیں" حکومت سندھ کے شعبہ ثقافت وسیاحت کے افسر نے اپنے نام کو صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر یہ بات کہی۔

"مکلی کے کھنڈارات برسوں سے چوری اور غارت گری کا شکار رہے ہیں۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے۔ آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اکثر وبیشتر قدیم قبروں سے قیمتی پتھر غائب ہوتے رہتے ہیں۔

ہر کوئی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ یہ گمشدہ شاہکار کہاں جاتے ہوں گے؟ اس نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے ایک ممتاز ایڈوکیٹ نے کہا کہ انہیں منقش ڈیزائنوں کے ٹکڑے اور سنگتراشی کے نمونے ہماری معزز ترین شخصیات کے بنگلوں میں نظر آئے۔

اس حقیقت سے سب آگاہ ہیں کہ آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ مکلی کی یادگاروں کی حفاظت کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے ابھی اس کا تعین کرنا باقی ہے کہ آیا یہ ناکامی آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ کے نسلی امتیاز کا نتیجہ ہے یا محض ہمارے رہنماؤں کی مسخ شدہ ترجیحات کی عکاسی ہے۔

تب تک مکلی کسی فرزند زمین (یا بنت زمین) کا منتظر ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے اس کی دیکھ بھال کرے ●●

(بہ شکریہ: آرکیٹیکٹ جرنل 1994ء)

WAVE

ورلڈ اگینسٹ وائلنس ایجوکیشن

کراچی کے ہلاکو بچے

پاکستان کے عوام تشدد کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں۔ بندوق کی نوک پر ڈاکے' اغواء' قتل' زنا بالجبر اور مخصی حملوں میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور تاحال ہمیں واقعی ایک سنگین صورت حال کا سامنا ہے۔ مجرموں کی نئی نسل کی پرورش کارٹون فلموں اور ٹی وی کی ذہنی غذا پر ہوئی ہے۔ یہ کارٹون متشدد لڑائیوں کا ایک مسلسل سلسلہ ہیں۔ ایسی فلمیں یا کارٹون بے حد کم ہیں جن میں لوگوں کو اپنے اختلافات طے کرتے ہوئے دکھایا گیا ہو۔ اگر ہم عملی مثالوں سے نہیں سکھائیں گے تو امن کیسے قائم ہوگا۔ ہم امن کے حصول کی توقع کیسے رکھ سکتے ہیں؟ انسانی زندگی کے احترام کو بحال کیا جانا چاہیے عظیم تر مخصی اقدار قائم کی جائیں اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش جس کی اس وقت دنیا کو ضرورت ہے کو مسلسل جاری رکھا جائے۔

"ان کے لیے" یا "ہمارے لیے" والے رویئے کو "ہم مل جل کر اپنے مسائل حل کرسکتے ہیں" والے رویئے سے بدلنا چاہیے۔ براہ مہربانی میڈیا کو اس نئی "ویو" پر امن کی جانب آگے بڑھانے کی کوشش میں میرا ساتھ دیجئے اور ٹی وی' ویڈیو یا سینما پر تشدد کو دیکھنے سے انکار کردیجئے اور فلموں اور تفریحات میں عدم تشدد کا مسلسل مطالبہ کرتے رہیں۔

ہمارے بچوں' ہمارے ملک اور ہمارے دنیا کی حفاظت میں مدد کیجئے

جینفر سی حبیب۔ ایف/8- بلاک 8 کلفٹن۔ کراچی
پاکستان۔ فون 587-0293

شہر اور ذی ماحول شہر

ہمیں ایک بین الاقوامی ماحولیاتی تعمیر نو کا پروگرام درکار ہے

کیا آپ شہروں کو ماحولیاتی طور پر صحت مند بنانا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کس چیز کی قلب ماہیت کس چیز میں کر رہے ہیں اور یہ کیوں اہم ہے۔ پھر ہمیں مسئلے کے وسعت کے مطابق سوچی گئی حکمت عملی کے اہم اقدامات اختراع کرنے ہوں گے۔ پھر اس کام کے لیے موزوں آلات تیار کرنا ہوں گے اور سب سے آخر میں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایک مقدس فریضہ ہے اور ہمیں اسے مقدس ہی رکھنا ہوگا۔

میں گزشتہ بیس سال سے اپنی کمیونٹی برکلے کیلیے فورنیا کی قلب ماہیت کی کوشش کر رہا ہوں اور گزشتہ تیس سال سے دوسروں کو متاثر کر رہا ہوں اور یہ بھی کہ اس میدان میں کوئی بہت بڑی کامیابی نظر نہیں آتی لیکن مایوسی کے اندھیرے میں امید کی چند کرنیں ضرور نمودار ہوئی ہیں۔

میں نے اپنے جیسے پیشرؤوں سے متاثر ہو کر یہ کام شروع کیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شمسی اور ہوائی توانائی قدرتی وسائل کے تحفظ' ری سائیکلنگ' منظم باغبانی'' "مجہول" فن تعمیر وغیرہ جیسی اختراعات کی تھیں۔ میں نے ان موضوعات پر مضامین لکھے اور شہری ماحولیات نامی تنظیم قائم کی۔

اب برکلے میں 1995ء تک میں چند چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کر چکا ہوں گو کہ اس عرصے میں کچھ چیزیں ہمارے خلاف بھی گئی ہیں۔

پہلا مرحلہ ہے وضاحت کرنا۔ اس وقت ہمارے شہروں پر (1) کاروں (2) بے ڈھنگی ترقی (3) ہائی ویز اور فری ویز اور (4) آئل ٹیکنالوجی کی حکمرانی ہے۔ میں اسے چار سروں والا عفریت کہتا ہوں کیوں کہ اس کے مربوط اجزا ہیں: بے ڈھنگا پن' کاریں' فری ویز اور تیل یا پیٹرول

ذی ماحول (ECOCITY) شہر کو موجودہ زیریں ڈھانچے سے قطعی مختلف ہوگا۔ ایک ایسا شہر ہوگا جس میں آپ پیدل چل سکیں گے' جہاں ترقی یک جان' مضبوط اور بے حد متنوع ہوگی رہائشی اور کام کی جگہوں' دکانوں اور اسکولوں کا "ملا جلا استعمال" ہوگا جسے سائیکلوں اور پبلک ٹرانسپورٹ سے مدد ملے گی' یہ حیاتیاتی تنوع کی اعانت کرے گا' ایک انتہائی موثر ری سائیکلنگ ہوگی۔ توانائی کی بہت کم مقدار خرچ ہوگی اور تقریباً ساری توانائی قابل تجدید وسائل سے حاصل کی جائے گی۔ یہ ماحولیاتی تشہیر فطرت اور بحال شدہ زرعی علاقوں سے گھرا ہوگا اس کے لیے دور دراز کے علاقوں سے واپسی کا عمل اور قریبی مراکز میں متنوع ترقی کی دو حصوں پر مشتمل حکمت عملی اپنائی جائے گی۔

شہر کی بڑی عمارتوں اور قریبی مراکز کو ملے جلے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور وہ ایسی شکل اختیار کرلیں گے جس سے آج ہم لوگ ناواقف ہیں۔ ان کی چھتوں پر باغات ہوں گے اور سرسبز نظاروں والی عوامی جگہیں ہوں گی' آبشاری سلسلوں والی اونچی جگہیں ہوں گے جو اکثر پودوں سے گھری ہوں گی۔ اس طرح کے شہری مراکز دیکھنے میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں لگیں گے جو ہریالی سے ڈھکے ہوں گے۔

بڑی عمارتوں کے درمیان گلیاں' راہداریاں' گیلیریاں اور پل ہوں گے گویا پیدل چلنے والوں کو سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ مختلف مراکز تک جانے کے لیے سائیکلیں یا ٹرانزٹ ہوں گے۔ کاروں کو صرف ہنگامی حالت میں استعمال کیا جائے گا۔ یہ راہگیروں کا شہر ہوگا اور سارے ٹرانسپوٹیشن سسٹم ان ہی کی اعانت کے لیے ہوں گے۔ سفر صرف مختصر فاصلوں تک کرنا پڑے گا اور بہت کم لوگوں کو کرنا پڑے گا کیوں کہ ہمیں چند بلاکوں تک پیدل یا سائیکل کے ذریعے جانا ہوگا جہاں ہمیں اپنی ضرورت کی ہر چیز مل جائے گی۔

ماحولیاتی شہروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ریل کی لائنوں اور چھوٹی سڑکوں کے ذریعے ملایا جائے گا۔ یہ شہر اپنے اردگرد کے فطری ماحول کے علاوہ خود اپنے طور پر بھی انتہائی صحت بخش ہوں گے۔ شہروں کو پرندوں کے لیے جائے امان اور حیاتیاتی تنوع کے جزیرے ہونا چاہیے۔

اپنی شہروں کو ذی ماحول شہر بنانے کے لیے دو طرح کی حکمت عملی اختیار کی جاسکتی ہے یا تو ایک ہی جگہ پر ذی ماحول شہر کے باہم متعلق عناصر تشکیل دیئے جائیں یا پھر زمین کے استعمالات کو ازسرنو ترتیب دیا جائے تاکہ چھوٹے چھوٹے عناصر کو منظم کیا جاسکے۔

ذرا تصور کیجیے! اگر اندرون شہر میں مکانات بنائے جاسکیں جہاں پاس ہی بہت سے دفاتر وغیرہ ہوں اور ایک کیمونٹی پارک یا چوک ہو اور ان مکانات کے اوپر کچھ عوامی استعمال کی جگہیں ہوں جیسے چھتوں کے اوپر باغات اور کیفے جہاں سے آس پاس کا نظارہ کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ٹیرس بنائے جائیں اور شمسی سبزی خانے ہوں تو ان عمارتوں کی شکل ہی بدل جائے گی۔ اگر وہاں ایک کھاڑی یا نہر بھی بنادی جائے جس میں مچھلیاں بھی ہوں اور اس کے اردگرد پھل دار درخت لگادیئے جائیں اور ایک ٹرانزٹ اسٹیشن بھی بنادیا جائے تو کیا بات ہے۔ اگر سڑکوں پر کاروں کا چلنا ممنوع قرار دے دیا جائے اور عمارتوں کو پلوں کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے تو لوگ انہیں دیکھ کر عش عش کر اٹھیں گے۔

سچ پوچھیے تو برکلے کے اندرون میں ایسی جگہ ہے جہاں مندرجہ بالا باتوں کو عملی شکل دی جاسکتی ہے۔ وہاں کاروں کا داخلہ بند کیا جاسکتا ہے۔ کسی ایک خراب سی عمارت کو ہٹا کر وہاں ایک خوبصورت چوک بنایا جاسکتا ہے اور پارکنگ کی جگہ پر مکانات بنائے جاسکتے ہیں۔ اس پر غالباً 20 ملین ڈالر کا خرچہ آئے گا لیکن یہ "ماحولیاتی سیاحت" کا مقبول مقام بن جائے گا۔ یوں آمدنی بھی ہوئی اور رہنے کے لیے بھی

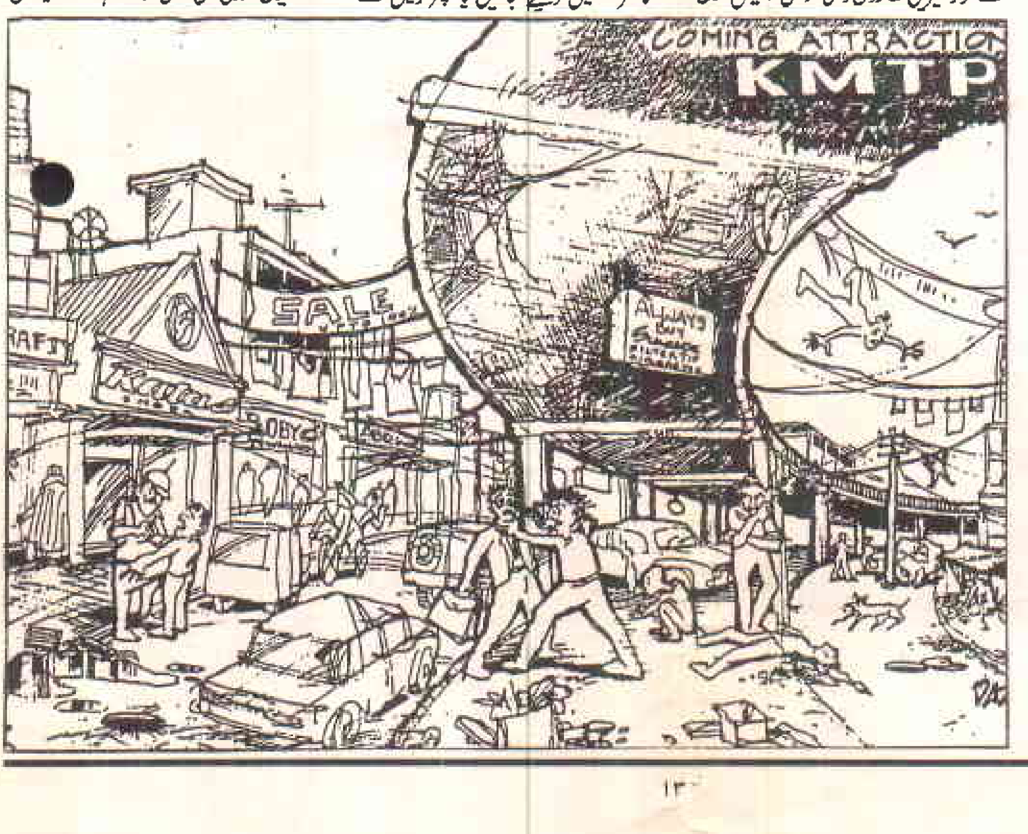

ایک شان دار جگہ ثابت ہوگی۔ ذی ماحول شہروں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا ایک اچھا ذریعہ بھی ثابت ہوگا۔

انسانوں کے رہنے کے لیے ایک صحت مند جگہ کی تعمیر کی بنیاد زمین کو ماحولیاتی طور پر استعمال کرنا ہے۔ زمین کے ضرر رساں استعمالات کو کس طرح تبدیل کیا جائے؟ جگہ کی نقشہ کشی کے ذریعے ہمیں ماحولیاتی نقشہ کشی کا اور ماحولیاتی منطقہ بندی کا کوئی طریقہ ایجاد کرنا ہوگا۔

(1) اگر ہمیں پیدل طے کئے جانے والے فاصلوں کی بنیاد پر شہروں کو نئی شکل دینی ہے تو ذی ماحول شہر کے منطقہ بندی یا علاقہ بندی کے نقشے ضروری ہیں۔ اس طرح کی قلب ماہیت کے لیے طویل عرصہ درکار ہے لیکن صحیح نقشے اس [illegible] کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ جب شہر تبدیل ہوگا تو اسے عمارت در عمارت از سرنو ترتیب دیا جائے گا۔

(2) ترقیاتی منصوبے برائے بحالی: [illegible] لیجئے کہ یہ بیک وقت دو سائٹس کا "دہرا" پراجیکٹ ہے۔ ایک تو شہر کے مرکز کے کسی علاقے میں اور دوسرا مرکزی علاقے سے دور۔ مرکزی علاقے والی جگہ میں ایسی تعمیرات کی جائیں گی جن سے اس علاقے کے تنوع یا توازن میں اضافہ ہو مثلاً زیادہ ملازمتوں والے علاقے میں مزید مکانات بنائے جائیں۔ دوسری سائٹ پر قدرتی خصوصیات اور زراعت کو بحال کیا جائے۔

(3) ان ساری کوششوں پر مستزاد ہمیں ایک بین الاقوامی ماحولیاتی تعمیر نو کا پروگرام درکار ہے جو حکومت اور اس کی پالیسی کو نئی شکل دینے [illegible] علاوہ ہر ایک کا کردار متعین کرے' کاروبار میں' غیر منافع بنیادوں پر چلنے والی تنظیموں میں اور شہریوں کے لیے بھی۔

(4) شاید سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں ذی ماحول شہر کی تعمیر کے لیے نیا نظم درکار ہے۔ یہاں تک کہ ایک نئی زبان بھی تاکہ زمین پر صحت مند طریقے سے زندہ رہنے کے تصور کی وضاحت کی جاسکے۔

(5) آخر میں ذی ماحول کی تنظیم خود پانچواں ذریعہ ہے۔ یہ لوگوں' آلات' پیسے' اصولوں' حکمت عملیوں اور ہر ان وسائل کا اجتماع ہے جنہیں اس مقصد کے حصول کے لیے جمع کیا جاسکے۔

بالواسطہ راستہ تعلیم' تنظیم' کیمونٹی کی منصوبہ بندی میں شراکت' عمارتیں اور

اگر ہمیں پیدل طے کئے جانے والے فاصلوں کی بنیاد پر شہروں کی نئی شکل دینی ہے تو ذی ماحول شہر کے نقشے ضروری ہیں

ٹیکنالوجی سسٹم تعمیر کرنے والوں کی مخالفت اور فطرت اور زرعی لینڈ اسکیپ کو بحال کرنے والوں کی حمایت کا ہے جب کہ براہ راست راستہ یہ ہے کہ بس چلو اور کرو ایک حقیقی معمار کی طرح ذمہ داریاں سنبھالو' خطرات مول لو اور ممکنہ انعامات حاصل کرو۔ ان کے پیچھے نقطہ نظر یہ ہے کہ نظریے کی گہرائی میں جاؤ' مسائل اور حل جات کی نوعیت کو بہتر طور پر سمجھو اور ذی ماحول شہر کی تعمیر کے لیے حکمت عملیاں دریافت کرو۔ ذی ماحول شہر کی تنظیم یہ تینوں کام کرتی ہے۔

ماحولیاتی طور پر صحت مند شہروں کی تعمیر کے لیے پالیسی سازوں کو متاثر کرنے یا اپنے طرز زندگی کو تبدیل کرنے کے لیے تجاویز کی فہرست پیش خدمت ہے۔

ری سائیکل اینڈ بائیسکل

یہ احساس رکھیے کہ ہر کوئی انسان ہے اور ہر ایک کی اپنی حدود اور دلچسپیاں ہیں اور اسی کے ساتھ کام رکھیے' عام دلچسپی کے امور پر توجہ دیں' لوگوں کے کام کی پرجوش تعریف رکھیے ایسے کلیدی الفاظ استعمال رکھیے جو رپورٹر کو وہ مضمون لکھنے پر اکسائیں جو کہ آپ لکھوانا چاہتے ہیں۔

زیادہ خود مختاری کی لیے جس قدر ہو سکے خود پیسہ اکٹھا کریں۔

سٹی کونسل میں اپنے حامی بنائیں۔

ماحولیاتی شہر کے تناظر کو کھلا رکھیں لیکن مخالفوں کو اس وقت دعوت کریں جب وہ آپ کی کوششوں کو غلط رخ دے سکتے ہوں۔ لیکن زیادہ تر نصیحت آدمی کو تجربے سے اور آنکھیں کھلی رکھنے سے حاصل ہوتی ہے بہرحال میں یہی نصیحت کرنا چاہوں گا کہ آپ کا مشن مقدس ہے اور اسے مقدس ہی رہنے دیں۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ کرہ ارض اور آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔ ●●

شہری کے خطوط

بلند و بالا عمارتیں

ہم اپنے نظام کی ہر خرابی کے لیے کوئی نہ کوئی قربانی کا بکرا تلاش کر لیتے ہیں اس طرح بلند و بالا عمارتوں کو پانی' بجلی' گیس' سیوریج اور دیگر سہولتوں کی کمی کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔

"بلند وبالا" عمارتوں کو دنیا بھر کے شہری مراکز میں رہائشی مسئلے کے حل کے طور پر قبول کیا جا چکا ہے اور وہ چھوٹی' تاریخی اور ادارہ جاتی عمارتوں' کھلی جگہوں وغیرہ کے ساتھ ساتھ ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ ایسے شہروں کی ایک عمدہ مثال کینیڈا کا شہر ٹورنٹو ہے۔ کسی شہر کی مسلسل منصوبہ بندی کے عمل میں جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ رہائشی علاقوں میں ان جگہوں کا تعین ہے جہاں بلند و بالا عمارتیں ان علاقوں کی مجموعی گنجائش کو متاثر کئے بغیر بنائی جائیں تاکہ اونچی اونچی عمارتوں کے اردگرد کھلی جگہیں خود بخود پیدا ہو جائیں اور زیریں ڈھانچہ خاطر خواہ طور پر موجود رہے۔ کاروباری اضلاع خاطر خواہ طور پر موجود رہیں۔ کاروباری اضلاع پلاٹوں کی ضروریات پوری کر سکیں۔ درحقیقت مناسب منصوبہ بندی کے لیے ساتھ بنائی جانے والی بلند وبالا عمارتیں خواہ کاروباری مقصد کے لیے ہوں یا رہائشی مقصد کے لیے کسی بھی شہر میں سہولتوں اور ٹرانسپورٹ نیٹ ورک کی خط مستقیم میں لمبائی کو کم کرتی ہیں۔ عمارتوں کی تعمیر اگر تربیت یافتہ پیشہ ور ماہرین کے ہاتھوں انجام نہ پائے تو اس سے بذات خود کئی بصری اور سماجی مسائل پیدا ہوتے ہیں لیکن ہمیں "بلند عمارتوں" کو برا بھلا کہنا چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ اکیسویں صدی میں داخل ہوتے وقت ہمیں اس شہر میں ایک متوازن اسکائی لائن چاہیے۔ جہاں تک بنیادی سہولتوں کا تعلق ہے ہمیں مناسب منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور شہریوں کی حیثیت سے اپنے وسائل کی حفاظت کرنا سیکھنا چاہیے تاکہ سب انہیں استعمال کر سکیں۔

اعجاز احمد۔ کراچی

KBCA اور کمیٹی

16 نومبر کے "ڈان" میں یہ پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ پی پی پی کے ایک ایم این اے ایک کمیٹی کی شکل میں ایک متوازی تنظیم چلا رہے ہیں تاکہ واٹر بورڈ پر اپنی شرائط مسلط کی جا سکیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر واٹر بورڈ کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے جب کہ وہ خود حکومت کے عطا کردہ چارٹر کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔

این یاور بابر۔ کراچی ●●

اشتہارات کا نرخ نامہ

زبان	انگریزی/اردو
اشاعت کا دورانیہ	سہ ماہی
مقام	کراچی
ترسیل و تقسیم	ملک بھر میں اور غیر ممالک میں 2000 کاپیاں
کاغذ	میکینیکل گلیزڈ نیوز پرنٹ
صفحات	20
پہلے اور آخری صفحے کے اندر رنگین	3000 روپے
وسطی اور آخری صفحے بلیک اینڈ وائٹ	2000 روپے
اندرونی صفحات	1000 روپے

شہری سی بی ای ملکی اور غیر ملکی کمپنیوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اشتہارات اور ریا عطیات دے کر ہمارے نیوز لیٹر کی اشاعت وطباعت میں اعانت فرمائیں

ش فرخ کا یہ کالم ہفت روزہ
سنہرا دور کراچی میں شائع ہوا تھا

ایک برسات سے دوسری برسات تک

اخباری بیانات اور دفتری فائلوں میں بننے والی سڑکوں کا احوال

یہ آدمی جو سڑک کے کنارے کھڑا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ پ-سلر ترمیم کیا ہے۔ یا ایف ۱۶ کا کیا قصہ ہے۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ آئی ایم ایف کے صدر سے وزیر اعظم کی ملاقات کا کیا فائدہ ہوگا۔

یہ آدمی تو صرف یہ جانتا ہے کہ سیدھے ہاتھ سے جو دو بسیں تین ویگنیں ان کے پیچھے ایک پیلی ٹیکسی' دو کاریں وہ کہاں تک گنے۔ ایک لمبی قطار ہے۔ سڑک کی دھول اڑاتی ہوئیں یہ گاڑیاں چلتی جاتی ہیں۔ اسے سڑک پار کرنی ہے۔ اوہ کیا ہوا۔ سڑک پر سے گاڑی گزری تو ایک روڑہ اڑ کر اس کے گھٹنے پر آلگا۔

یہ آدمی جو اس خستہ حال سڑک پر کھڑا ہے۔ وہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر میں رہتا ہے۔ وہ کیا کہے گا۔ اسے نہیں معلوم کہ پاکستان کو این پی ٹی پر دستخط کرنے چاہئیں یا نہیں۔ وہ صرف یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ سڑک گزشتہ بارشوں کے بعد سے اسی حالت میں ہے۔ بھلا برسات کے موسم کو آنے میں کون سی دیر ہے۔ پھر بارشیں ہوں گی۔ پھر اس سڑک کے کناروں پر مٹی کے ڈھیر بہتے ہوئے سڑک کے درمیان کیچڑ کے جوہڑ بنا دیں گے۔ بنتی ہوئی یہ سڑک زمین میں دھنس جائے گی۔ یہ سڑک ہر سال بہہ جاتی ہے صرف اس کے نام کا تختہ جو سفاری پارک کے سامنے لگا ہے وہ باقی رہتا ہے۔ اگر آپ کا ادھر سے گزر ہو تو پڑھ لیں اس سڑک کا نام ابوالحسن اصفہانی روڈ ہے۔

گزشتہ برس کی غیر معمولی بارشوں نے سڑکیں بنانے والے ٹھیکے داروں کے پول کھول دیئے اور کے ایم سی کے نئے اصحاب اقتدار کو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کی سڑکیں بنانے والے ٹھیکے دار بہت بے ایمان ہیں۔ وہ ناقص میٹریل استعمال کرتے ہیں۔ گویا ان کی بنائی ہوئی سڑکیں بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے کہ کار ہشک کے دو چار روز بعد دو لوٹے پانی پھینک دیں تو وہ بیٹھ جاتی ہے۔ کے ایم سی کی نئی انتظامیہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان سے پہلے کے ایم سی کے افسران اور ٹھیکے داروں کی ملی بھگت سے بھی بہت نقصان ہوا ہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔

اس پر یاد آیا کہ تقریباً سال ڈیڑھ سال قبل خبر لگی کہ کراچی میں بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ان عمارتوں کی تعمیر کی وجہ سے پانی بجلی کی قلت پیدا ہو رہی ہے۔ چلو اچھا ہے۔ مقامی انتظامیہ نے شہریوں کی تکالیف کا احساس کیا۔ لیکن ہوا یہ کہ کراچی میں بلند بالا عمارتوں کی تعمیر ایک دن کے لئے بھی نہیں رکی۔ اس کا پہلا جواز یہ پیش کیا گیا کہ جن عمارتوں کی تعمیر کے اجازت نامے جاری کئے جا چکے ہیں اور وہ زیر تکمیل ہیں انہیں مکمل ہونے دیا جائے گا۔ لیکن اندر کی باتیں وہی جانیں جو اس میں براہ راست ملوث ہیں اور بہت سارے معاملات کن شرائط پر طے کر لئے جاتے ہیں۔

ابوالحسن اصفہانی روڈ کی تعمیر کے بارے میں یہ خبر آئی تھی کہ یہ کام این ایل سی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ لیکن پھر اسے بوجوہ این ایل سی سے واپس لے لیا گیا۔ ہمیں کیا کوئی بھی بنائے لیکن سڑک بنی چاہئے۔ لیکن معاملہ "جگا ٹیکس" کی شرح پر آکر اٹک گیا۔ کے ایم سی کے شعبہ تعلقات عامہ کی بہتر کارکردگی کے مطابق کراچی کے بہت سے اخبارات نے نئی انتظامیہ کے حق میں ادارتی نوٹ لکھ دیا کہ اب تو اس شہر سے بدعنوانیوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ سڑکوں کی مرمت کا کام تیزی سے مکمل ہو جائے گا۔

مگر یہ سڑکیں محض دفتروں میں تعمیر کی جاتی ہیں۔

جیسے گزشتہ ۶۔۷ سال سے کراچی ماس ٹرانزٹ کا بہت شور سن رہے ہیں۔ اس پر اعلیٰ سطحی اجلاس اور کئی مذاکرے منعقد کئے جا چکے۔ ماحولیات سے وابستہ این جی اوز نے اس پر کام کرنا شروع کر دیا کہ ماس ٹرانزٹ سے ماحول پر کیا اثر پڑے گا۔ اس شہر کو اس نظام کی ضرورت ہے بھی کہ نہیں۔ لیکن سب بلاوجہ کا ہنگامہ تھا۔ کراچی ماس ٹرانزٹ جس کا ڈول ۱۹۸۷ء میں کراچی میں قائم کیا گیا تھا ابھی تک محض فائلوں میں ہی موجود ہے۔ یہ معاملہ پہلے کے ڈی اے کے پاس تھا۔ پھر اسے نیشنل ماس ٹرانزٹ اتھارٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اب یہ کام صوبائی حکومت کے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کے پاس ہے۔ کراچی ماس کرانزٹ تو بہت بڑا منصوبہ ہے۔ اس میں تو بہت سارے خاندانوں کے مستقبل سنوارنے کے امکانات ہیں۔ یہ بھلا کب طے ہوگا۔ جب کہ اس شہر کی ٹوٹی ہوئی سڑکوں کی مرمت کے معاملے طے نہیں ہو پائے۔

اسلامیہ کالج سے حسن اسکوائر تک پائپ لائن بچھانے کا کام گزشتہ تقریباً دو سال سے جاری ہے۔ اس پر بھی ادارتی نوٹ لکھے جا چکے ہیں۔ اب یونیورسٹی روڈ کے اس حصے میں نئی پائپ لائن ڈالی جا چکی ہے لیکن ابھی تک سڑک کے کنارے مٹی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ گویا یہ کام پائپ لائن ڈالنے والوں کا نہ تھا۔ ملبہ اٹھانے کا کام کسی اور ٹھیکے دار کو دیا جائے گا۔

نیپا چورنگی سے گلشن چورنگی کی سروس روڈ کئی ماہ سے کھدی پڑی ہیں۔ یہ کیا کم تھا کہ گلشن چورنگی پر ترقیاتی کام شروع کر دیا گیا۔ یعنی اگر آپ اسلامیہ کالج سے سہراب گوٹھ تک اپنا یہ روٹ بنائیں کہ سبزی منڈی سے ہوتے ہوئے حسن اسکوائر پھر سیدھے نیپا سے آپ الٹے ہاتھ پر راشد منہاس روڈ پر مڑ جائیں سیدھے ہاتھ کا نظارہ کرتے ہوئے گلشن چورنگی پر سے گھوم کر' ذرا احتیاط کریں' آپ کی گاڑی گہری کھڈ میں بھی گر سکتی ہے۔ پھر سیدھے ڈسکو بیکری کے سامنے سے گزر کر بھایانی ہائٹس سے الٹے ہاتھ ابوالحسن اصفہانی روڈ پر مڑیں۔ راستے میں کوڑے کرکٹ ڈھیروں کی پرواہ نہ کریں۔ آپ کو اس روٹ پر بے شمار ترقیاتی منصوبے نظر آئیں گے۔ ابھی تک ان منصوبوں میں خود رو جھاڑیوں کی کٹائی۔ بجلی کے کھمبوں پر لگی ہوئی بتیوں کے جلے ہوئے بلب تبدیل کرنے کا کام اور غلاظت کے ڈھیر اٹھانے کے منصوبے شامل نہیں ہو سکے۔ ورنہ منظر اور دلفریب ہو جاتا۔

صفائی کا یہ عالم ہے کہ دکانوں کے سامنے کوڑا کرکٹ دیکھ کر جب ایک دکاندار سے پوچھا گیا کہ کیا یہاں صفائی نہیں ہوتی اس نے بتایا کہ گزشتہ کئی برسوں کے دوران کبھی ایسا نہیں ہوا البتہ چند ماہ قبل کے ایم سی کے چیف فہیم الزمان اس علاقے میں آئے تھے تو اس روز صفائی ہو گئی تھی۔

کمال کی بات تو یہ ہے کہ جس طرح کے ایم سی کے چیف کو یہ خبر مل گئی کہ شہر کی سڑکیں اس لئے ہر آئے دن ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہیں کہ انہیں بنانے والے ٹھیکے دار بے ایمان ہیں۔ اسی طرح انہیں یہ بھی علم ہو گیا ہے کہ شہر میں صفائی کا انتظام تسلی بخش نہیں ہے۔ اس لئے ایک خبر کے مطابق شہر کے صفائی کے کام کو پرائیویٹائز کیا جا رہا ہے۔ گویا اب یہاں ٹھیکے داروں کی نئی نسل پھلتی پھولتی نظر آئے گی۔

چار اپریل کو شائع ہونے والے ادارتی نوٹ کے مطابق کے ایم سی کے چیف اس شہر کے تمام بدعنوان افراد کا صفایا کرنے کے درپے ہیں۔ یہ کوئی بیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ کے ایم سی کی طرف سے پریس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس وقت کے چیف نے بھی تقریباً یہی باتیں کی تھیں کہ شہر کو صاف ستھرا بنا دیا جائے گا۔ دیگر شہری ایجنسیوں سے رابطہ کیا جائے گا کیونکہ اگر ایک ایجنسی سڑک بناتی ہے تو دوسری لائن ڈالنے کی غرض سے اسے کھود دیتی ہے۔ اس وقت بھی یہی کہا گیا تھا کہ بدعنوان افراد کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ تو کیا ہوا یہی کہ نئے افسر آگئے ہی پرانے نغمے بجانے لگتے ہیں۔ سڑکیں اخباری بیانات اور فائلوں میں بنتی رہتی ہیں۔ وہ آدمی بے چارہ ابھی تک ٹوٹی ہوئی سڑک کے کنارے کھڑا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اکیسویں صدی میں کس انداز سے داخل ہوگا۔

●●

بقیہ: سیلابی نالے کی تباہی

یہ منظوری متعلقہ ایجنسی کی جانب سے این او سی (عدم اعتراض کا سرٹیفکیٹ) سے مشروط تھی۔ پی ای سی ایچ ایس وفاقی حکومت کی منسٹری آف ورکس کے تحت آتی ہے۔ پاکستان ریلویز کے قواعد وضوابط کے مطابق پٹریوں کے اطراف کی کم از کم سو فٹ زمین ریلوے کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ ظاہر ہے منسٹری آف ورکس (GOP) اور پاکستان ریلوے (GOP) ہی متعلقہ ایجنسیاں تھیں پی ای سی ایچ ایس نے این او سی کے لیے ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔

مخدومی ایسوسی ایٹس جو چارٹرڈ انجینئرز اور آرکیٹکٹس ہیں نے پی ای سی ایچ ایس کے لیے اس کام کی تفصیلات تیار کیں اور 33لاکھ ہزار سات سو بیس روپے کا تخمینہ لگایا۔

این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی کے سول انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ کے چیئرمین ڈاکٹر ایس ایم مخدومی اس کمپنی کے ایک ایسوسی ایٹ ہیں جو کام کی نگرانی کی بھی ذمہ داری ہے۔

پی ای ایس ایچ ایس کی انتظامیہ نے موجودہ نالے کو مسمار کرکے نیا نالہ تعمیر کرنے کا کام باسم کنسٹرکشن کو سونپا۔

باسم کنسٹرکشن کے مالکان وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر مشتاق مرزا کے دو بیٹے ہیں۔ مشتاق مرزا کا تعلق بر سر اقتدار پی ڈی ایف کے نصر اللہ خان گروپ سے ہے۔ ایک بیٹے ارشاد مرزا کو حال ہی میں کے ایم سی کی ایک مشاورتی کمیٹی کا اس علاقے کے لیے چیئرمین مقرر کیا گیا جو کے پی 65 کے نام سے مشہور ہے کے پی-65 میں سیلابی پانی کی نکاسی والے نالے کا علاقہ بھی شامل ہے۔

مارچ کے پہلے ہفتے میں اس کنٹریکٹر نے نالے کی دیواریں گرانا شروع کیں۔ اس مرحلے پر علاقے کے مکینوں کے لیے جو بات تشویش تھی وہ یہ تھی کہ متبادل نالہ اس وقت تک تیار نہیں ہوا تھا اور گندا پانی پٹریوں کے آس پاس کھلی جگہ پر پھیلنے لگا تھا علاقے کے مکینوں اور ایک خواتین پریشر گروپ برائے شہری ترقی اور ماحولیاتی انتظام KAWW نے ایک مکمل حالت میں موجود عوامی سہولت کی تباہی کے خلاف مہم چلائی۔ اہالیان علاقہ کو خبردار کرنے کے لیے اکیس محلوں میں اردو میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ مکینوں کے دستخط کرواکے ایک پٹیشن کے ایم سی کے ایڈمنسٹریٹر، پی ای سی ایچ ایس، ریلویز، پولیس اور ضلعی انتظامیہ کو بھیجی گئی جس میں اس کام کو فوری طور پر رکوانے کی التجا کی گئی تھی۔ ٹھیکے دار نے اپنے کام کی رفتار بڑھادی اور اس کے ساتھ ساتھ زیادہ جوشیلے مکینوں کو ہراساں بھی کرنا شروع کردیا ریلویز نے ٹھیکیدار کا بنایا ہوا عارضی گودام ہٹادیا لیکن نالے کو مسمار کرنے کا کام جاری رہا۔ مسلح محافظ جو عوام کے خرچے پر وزیر اعلیٰ کے مشیر مشتاق مرزا کو مہیا کیے گئے تھے وہ علاقے کے مکینوں کو مداخلت سے باز رکھنے کے لئے سائٹ پر بٹھادیئے گئے۔ کے اے ڈبلیو ڈبلیو ایس نے معاملے کو شدومد سے آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا انہوں نے کے ایم سی اور ریلویز کے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کیں اور انہیں معاملے کی سنگینی کا احساس دلایا۔ کے ایم سی کا کہنا تھا کہ انہیں اس بارے میں کوئی معلومات نہیں۔ ایڈمنسٹریٹر کی ٹیم کے لیے یہ ایک خبر تھی کہ ان کے اپنے ذیلی ادارے KBCA نے این او سی جاری کردیا ہے۔

> **نئے نالے سے ریلوے کی پٹریوں کے تحفظ اور پھیلاؤ کو یقینی بنانے کے لیے مرکزی لائنوں کے اطراف میں خالی جگہ چھوڑنے کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی ہوتی ہے**

ریلویز نے اس بات کی تصدیق کی کہ موجودہ نالہ فیڈرل گورنمنٹ ریلویز کے لیے مخصوص زمین پر سے گزرتا ہے اور نئے نالے کے لیے جو جگہ مختص کی گئی ہے اس سے ریلوے کی پٹریوں کو تحفظ اور پھیلاؤ کو یقینی بنانے کے لیے مرکزی لائنوں کے اطراف میں خالی جگہ چھوڑنے کے قوعد وضوابط کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ریلوے نے فوراً ایک خط لکھا جس میں پی ای سی ایچ ایس اور کے ایم سی کو سختی سے کہا گیا تھا کہ وہ موجودہ نالے کو تبدیل کرنے کا اجازت نامہ منسوخ کردیں۔ خط میں مزید کہا گیا تھا کہ اس سے ریلوے کے دوہری پٹریاں بچھانے کے مستقبل کے منصوبے میں بھی مداخلت ہوگی اور پانی کے رساؤ سے پٹریوں کو نقصان بھی پہنچے گا۔

ادھر کے ایم سی نے سائٹ کا معائنہ کرنے اور حقائق کی تصدیق کرنے کے بعد چیف کنٹرولر آف بلڈنگز (KBCA) رؤف اختر فاروقی کو ہدایت دی کہ وہ این او سی منسوخ کردیں۔ ایسا کے بی سی اے کے مراسلہ پی ای سی ایچ ایس / B - PC / 94 / 101 مورخہ 12 مارچ 1995ء کے ذریعے کیا گیا۔ اس کے باوجود مزید ایک دن تک نالے کو تباہ کرنے کا کام جاری رہا۔ یہاں تک کہ مقامی پولیس کو کے ایم سی اور ریلویز کی ہدایات پر کاروائی کرنا پڑی۔ تعمیراتی آلات اور میٹریل ضبط کرلیا گیا۔ مزدوروں کو حراست میں لے لیا گیا لیکن بعد میں ٹھیکے دار کے ایما پر ڈپٹی کمشنر عارف الٰہی کی ہدایات پر چھوڑ دیا گیا 22 مارچ کو اس رپورٹ کے قلم بند کیے جانے تک نالے پر مزید کوئی کام نہیں ہوا ہے لیکن نالے کی دیواروں کو خاصا نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب عوام کے لیے اگلا مرحلہ کی ایم سی کے ذریعے اس کی مرمت اور بحالی کا ہے۔

اس پورے قصے سے عوامی مفاد کے کچھ اہم مسائل سامنے آئے ہیں ..... معاملات کا عدم شفاف ہونا اور ضروری عوامی سہولیات، ماسٹر پلان سے انحراف اور ترقیاتی اسکیموں میں مداخلت، ہاؤسنگ سوسائٹیز، اور بلڈرز مافیا کا کردار، پبلک ریکارڈز تک رسائی

سندھ اسمبلی کی ترمیم 17 ب کے تحت کوآپریٹو میں رکنیت سازی، کھلی جگہوں کا غائب ہونا، عوامی مفاد کے معاملات میں پریس کا کردار، اور ترقیاتی فنڈز کا غلط استعمال۔

شفاف عمل

(1) یہ معاملہ منظوری کے لیے کے ایم سی کی 250 رکنی مضبوط کونسل کی سامنے نہیں رکھا گیا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو پی ای سی ایچ ایس اور کے اے ای سی ایچ ایس کے بیس ہزار ٹیکس دہندگان پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ ایک عوامی سہولیات جو کے ایم سی نے ان کے پیسے سے بنائی تھی، اسے ایک کمرشل پلازہ تعمیر کرنے کے لیے قربان کیا جارہا تھا جو بالا خر ان کی زندگیوں اور املاک کو متاثر کرتا۔

(2) این او سی جاری کرنے اور ٹھیکہ دینے سے پہلے کے ایم سی اور پی ایس سی ایچ ایس دونوں نے عوام سے اعتراضات طلب نہیں کئے تھے قاعدے کے مطابق پریس کے ذریعہ عوام کی رائے طلب کی جانی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔

(3) متعلقہ ایجنسیوں یعنی پاکستان ریلویز اور منسٹری آف ورکس سے نہ تو کے ایم سی اور نہ ہی پی ای سی ایچ ایس نے منظوری حاصل کی۔ یوٹیلیٹی ایجنسیوں سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ تعمیراتی شعبہ، سوئی گیس، پاک ٹی اینڈ ٹی اور کے ای ایس سی کی سروس لائنیں تو متاثر نہیں ہوں گی سربراہ ادارے کے ایم سی کو نظرانداز کردیتی ہے۔

(4) تعمیراتی شعبہ اس طرح کی اسکیموں کی منظور دیتے ہوئے اپنے سربراہ ادارے کے ایم سی کو نظرانداز کردیتی ہے۔

(5) یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ آیا پی ای سی ایچ ایس نے خود اپنی جنرل باڈی کی منظوری حاصل کی تھی یا نہیں۔

ماسٹر پلان

(i) اس حقیقت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی کہ آیا نئی لوکیشن شہر کے ماسٹر پلان اور عظیم تر کراچی کی نکاسی آب کی اسکیموں سے مطابقت رکھتی ہے جو عوامی خرچ پر غیر ملکی مشیروں سے تیار کرائی گئی ہیں۔

(ii) لازمی کھلی جگہوں، ہری پٹی اور راہگیروں کے لیے مخصوص علاقے کو کمرشل ایریا میں تبدیل کرکے پی ای سی ایچ ایس نے ٹاؤن پلاننگ کی بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔

(iii) نئے نالے کی مشینوں کے ذریعے صفائی کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اس جگہ مجوزہ کمرشل عمارت کی تعمیر کے بعد نالے تک رسائی ممکن نہیں رہتی مزید برآں نالے کی تہہ صاف کرنے والی مشینوں کے لیے بھی جگہ نہ رہتی۔ گزشتہ منتخب میئر فاروق ستار کے دور میں کے ایم سی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ تہہ کی صفائی کے عمل میں معاونت کے لیے ایسے نالوں کے اطراف میں کم از کم دس فٹ جگہ ہری پٹیوں کی شکل میں چھوڑ دی جائے گی۔

(iv) کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے لے آؤٹ پلان مکینوں کے علم میں لائے بغیر ان سوسائٹیوں کی انتظامیہ کی جانب سے کے ڈی اے کے ماسٹر پلان اور شعبہ ماحولیات کے تعاون سے تبدیل کردیے جاتے ہیں

کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا کردار

یہاں ان ہاؤسنگ سوسائٹیز کی رکنیت ہی کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ قانون کے مطابق جو کوئی بھی کسی کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں جائداد خرید تا ہے' اسے رکنیت حاصل کرنے سوسائٹی کے انتظامی امور میں حصہ لینے اور ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے جب کہ جائداد فروخت کرنے والے کو اس کا اختیار نہیں رہتا۔ ترمیمی ایکٹ 17-B کے تحت 1989ء میں سندھ اسمبلی نے سوسائٹیز ایکٹ میں ترمیم منظور کی تھی لیکن سوسائٹیز نے کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے اس کو نافذ نہیں ہونے دیا اور مکینوں کو اپنے رہائشی علاقے کے امور میں حصہ لینے کے حق سے محروم رکھا۔ پی ای سی ایچ ایس اور کے اے ای سی ایچ ایس کے اولین ارکان یا تو بہت عرصہ ہوا اپنی جائیداد فروخت کرچکے ہیں یا کسی اور علاقے میں منتقل ہوچکے ہیں یا دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں

لیکن ان کے نام ابھی بھی انتخابی فہرست میں موجود ہیں۔ ان سوسائٹیوں کی انتظامیہ کی جانب سے لے آؤٹ پلان میں تبدیلیوں اور کھلی جگہوں کے بے مہار کمرشلائزیشن کی بنیادی وجہ یہی ہے۔

سرکاری ریکارڈز تک رسائی

کے ڈی اے کا ماسٹرپلان ڈپارٹمنٹ اور خود ان کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کی انتظامیہ یہاں کے مکینوں کو جو املاک کے مالک بھی ہیں' لے آؤٹ پلان کی نقول اور دیگر معلومات اور دستاویزات فراہم کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ کے ڈی اے کی یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس نے کے اے ای سی ایچ ایس کے مکینوں کو یہ کہہ کر ریکارڈز فراہم کرنے سے انکار کردیا کہ وہ لوگ سوسائٹی کے ارکان نہیں ہیں۔ دریں اثناء کو آپریٹو اور کے ڈی اے نے منصوبوں کو تبدیل کردیا۔ یہ تبدیلیاں ماحول کے لیے ضرر رساں ہیں۔

ترقیاتی رقوم کا غلط استعمال

ایک طرف تو کے ایم سی فنڈز کی قلت کا رونا روتی ہے اور کہتی ہے کہ اسی وجہ سے وہ معمول کا مرمت کا کام بھی نہیں کراسکتی کجا یہ کہ نئی ترقیاتی اسکیمیں شروع کرے تو پھر عوام

کے خرچے سے بنی ہوئی اس مکمل عوامی سہولت کی تباہی کو مجرمانہ زیاں کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اہالیان علاقہ کیونٹی کی بنیاد پر کام کرنے والی تنظیمیں اور این جی اوز ان بنیادی شہری حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکنے کے لیے فوری اقدام کریں اور ان غلطیوں کے ازالے کے لیے مناسب کارروائی کریں اور کے ڈی اے۔ کے ایم سی اور سندھ ماحولیاتی تحفظ کی ایجنسی کے کردار' سیٹ اپ اور طریقہ ہائے کار پر شہر سے متعلق سے امور کے لیے نظرثانی کریں۔

آج بارشوں کے پانی کی نکاسی کے نالے کو فروخت کردیا گیا ہے کل ریل کی پٹڑیوں کی باری آئے گی گویا ایجنسیاں انار کی پھیلانے میں تعاون کررہی ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اب شہری اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے حقوق کو منوائیں اور شہر کے امور کو سرکاری مشیروں کی ترنگ اور پسند پر نہ چھوڑیں۔

(بشکریہ: کے اے ڈبلیو ڈبلیو ایس)

بقیہ: شہری کا اجلاس

مالی وسائل اکٹھے کرنے کے لیے عمران شیخ کا نام تجویز کیا گیا۔ گھانچی صاحب نے تجویز پیش کی کہ مالی وسائل جمع کرنے کے لیے ثقافتی سرگرمیاں منظم کی جائیں۔ ممبر شپ فیس میں اضافہ کیا جائے اور فنڈز کے لیے ۔جونیئر شہری" منظم کیا جائے۔

قانونی ذیلی کمیٹی

قاضی فیض عیسٰی' امبر علی بھائی

مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے

(i) بیرسٹر نعیم الرحمٰن نے تجویز پیش کی کہ این جی اوز ان بلند وبالا عمارتوں کے خلاف زیادہ بڑا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ بہت سے علاقوں میں احتجاج کے باوجود کئی کئی منزلہ عمارتیں نمودار ہوجاتی ہیں لیکن جہاں این جی اوز بھی احتجاج میں حصہ لیتی ہیں وہاں ایسا نہیں ہوتا۔ این جی اوز کو اس ضمن میں زیادہ تواتر کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ اگر این جی اوز نے مستقل مزاجی سے کام نہ لیا تو خوف ناک نتائج سامنے آئیں گے۔ مستقبل قریب میں یہ امر شہریوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔ ان کئی کئی منزلوں عمارتوں کو 1988ء سے چیلنج کیا جانے لگا ہے۔ ماسٹرپلان موجود ہے۔ KBCA دباؤ میں ہے ان کئی کئی منزلہ عمارتوں کو چیلنج کرنے کے لیے رٹ پٹیشن داخل کی جانی چاہیے۔

(3) بیرسٹر فیض عیسٰی کے مطابق امید کی ایک کرن نظر آئی ہے اور وہ یہ کہ حکومت نے ٹاؤن پلاننگ کو منظور کرلیا ہے۔

(4) حسین مرچنٹ نے کہا کہ شہری کے ارکان کی تعداد کم ہے۔ زیادہ ارکان بنائے جائیں اور شہری CBE کی مزید تشہیر کی جائے۔ انہوں نے ارکان میں پابندی وقت پر بھی تبصرہ کیا۔

حمیرا رحمان نے خوردہ فروشوں کی ایسوسی ایشن کے ساتھ میٹنگ رکھنے کی تجویز پیش کی۔

حسین مرچنٹ نیٹنگ کمیٹی کے کوآپٹڈ ممبر تھے حمیرا رحمان نے ان کا نام تجویز کیا اور امبر علی بھائی نے تائید کی اور انہیں نیٹنگ کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا۔

نوید حسین نے انسانی حقوق کی وکیل عاصمہ جہانگیر پر حملے کی مذمت کی

سالانہ جنرل میٹنگ کا اختتام افطار اور این جی اوز خصوصاً" شہری CBE کی کوششوں کے ذریعے شہریوں کے لیے ایک بہتر ماحول کی دعاؤں پر ہوا۔

کراچی کا انتظامی بحران

"کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی سے کہا گیا ہے کہ وہ جمشید کوارٹرز کے علاقہ میں غیر قانونی تعمیرات کو منہدم کرے۔ یہ رکن قومی اسمبلی عبدالعزیز میمن کی ہدایت ہے۔ انہوں نے کے بی سی اے کے چیف کنٹرولر رؤف اختر فاروقی کو وزیر اعلیٰ سندھ کی جانب سے ایک سات رکنی کمیٹی کی تشکیل کی اطلاع دی جو جمشید کوارٹرز کے علاقے میں "عمارتوں کے انہدام سے متعلق بلڈرز کے مسائل یعنی بلا اجازت اور غیر قانونی طور پر تعمیر کی جانے والی عمارتوں کے مسائل سے نمٹے گی"

کے بی سی اے کو یہ بھی ہدایت دی گئی ہے کہ وہ جمشید کوارٹرز کے علاقے میں عمارتوں کے انہدام کی ساری کارروائیوں کو روک دے۔ اس علاقے میں قائداعظم کے مزار کے اردگرد کا علاقہ 'فاطمہ جناح کالونی' جہانگیر آباد کالونی' جمشید روڈ اور گرو مندر شامل ہیں۔ (ڈان)

کے ڈی اے کی کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی نے ایک ڈیولپرز کو رہائشی اسکیموں اور ٹاؤن شپ میں رہائشی مکانات اور کاروباری عمارتوں کا سروے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ تعمیرات منظور شدہ نقشے کے مطابق ہورہی ہیں۔ [illegible]

بغیر بلا اجازت یا غیر قانونی طور پر تعمیر ہونے والی عمارتوں کی جامع فہرست مرتب کرے گا اور ایسی عمارتوں کے مالکان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ (ڈان)

پی سی ایس آئی آر کے اطلاقی حیاتیات اور آبی وسائل کے تحقیقی مرکز کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کراچی کے ساحلی پانیوں میں پائی جانے والی مچھلیاں، جھینگے، [illegible] کیکڑا اور [illegible] میں بھاری دھاتوں سے آلودہ پائی گئی ہیں۔ (ڈان)

کراچی میٹرو پولیٹن کارپوریشن نے گلشن اقبال کے علاقے میں پارکوں اور دیگر فلاحی مقاصد کے لیے مخصوص سات ہزار مربع گز زمین کو غیر قانونی قابضین سے خالی کرالیا ہے اور اب کارپوریشن وہاں فلاحی اسکیمیں شروع کرے گی۔

کے ایم سی کے انسداد تجاوزات کے عملے نے گلشن اقبال کے بلاک A-13 اور 4 اور 5 میں علاقے کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر اختر علی کی نگرانی میں مخصوص اراضی کی اس زمین پر کچھ لوگوں نے گزشتہ چھ سال سے غیر قانونی طور پر قبضہ کر رکھا تھا۔ (ڈان)

پلاٹ نمبر	درجہ / مرتبہ
101-A خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس کراچی	زیر تعمیر۔ کمرشل کمپلیکس
B-125 خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	مکمل شدہ کمرشل کمپلیکس
N-125 خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	مکمل شدہ کمرشل کمپلیکس
O-125 خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	زیر تعمیر کمرشل کمپلیکس
III-B خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	مکمل شدہ کمرشل کمپلیکس
III-N خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	مکمل شدہ کمرشل کمپلیکس
C-83 خالد بن ولید روڈ بلاک II پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	زیر تعمیر کمرشل کمپلیکس

خالد بن ولید روڈ رہائشی علاقہ ہے۔ یہاں منظور کیے جانے والے منصوبے رہائشی تعمیرات کے لیے ہیں۔ صرف (KMC) KBCA، KWSB اور KESC این او سیز اور منظور شدہ رہائشی منصوبوں کے غلط استعمال اور قراردادے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس میں فریق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شکایات کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

پلاٹ نمبر	درجہ / مرتبہ
180-A بلاک II، پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	رہائشی پلاٹ۔ کوئی تعمیراتی پلان منظور یا داخل نہیں کیا گیا لیکن ایک کمرشل بلند وبالا عمارت کی تعمیر جاری ہے۔ چیف کنٹرولر (KMC) BCA اور علاقے کے ڈپٹی کنٹرولر اس سے آگاہ ہیں لیکن کوئی کارروائی نہیں کر رہے۔ اس کا کیا سبب ہے وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں۔
172-ایل بلاک II، پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی	راحت جوڈیرو۔ یہ عمارت زیر تعمیر ہے۔ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشن کے تحت ایک 10'20 اور 60 فٹ چوڑی سڑک پر کسی کمرشل عمارت کی اجازت نہیں دی جاسکتی اس لیے اس عمارت کی اطراف کی دکانیں جو دس فٹ چوڑی سڑک پر کھلتی ہیں۔ غیر قانونی ہیں۔ ان دکانوں کی تعمیر میں افسران اور کنٹرولر اور ڈپٹی کنٹرولر کے بی سی اے امداد ومعاونت کر رہے ہیں شہری نے بار ہا شکایت کی لیکن اس کے باوجود بلنگ کی اجازت دے دی گئی ہے اور جب ان دکانوں کو سربمہر کردیا جائے گا جیسا کہ کے بی سی اے نے ہمیں بتایا تو بے خبر عوام کو تکلیف اٹھانا پڑے گی۔
الہلال ہاسپٹل	یہ ایک رفاہی پلاٹ تھا اور ہے۔ کے بی سی اے نے غیر قانونی طور پر ایک کمرشل کئی منزلہ عمارت کا پلان منظور کرلیا ہے۔

سگریٹ نوشی سے ہر سال ۳ ملین افراد ہلاک ہوجاتے ہیں

پاکستان میں ہر سال ۲۳ بلین روپے کی سگریٹیں پھونک دی جاتی ہیں اگر اس تخمینہ میں پائپ، سگار، حقہ اور چبانے والے تمباکو کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہ رقم کہیں سے کہیں جا پہنچے گی سے ۹۷ کے مالی سال میں وطن عزیز میں مختلف برانڈز کی ۵۰ ملین سگریٹ تیار کی گئیں عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں مردوں کی ۵۰ فیصد اور ترقی یافتہ ممالک میں ۴۱ آبادی باقاعدگی سے سگریٹ نوشی کرتی ہے اسی ادارہ کے تخمینوں کے مطابق پوری دنیا میں سگریٹ نوشوں کی مجموعی تعداد ۱۱۰۰ ملین ہے اور اگر موجودہ صورتحال اسی طرح برقرار رہی تو ۵۰۰ ملین افراد مہلک تمباکو کے زہر کے باعث مرجائیں گے ان میں سے ۵۰ فیصد لوگ (جن کی تعداد امریکہ کی مجموعی آبادی کے برابر ہے) ادھیڑ عمری میں چل بسیں گے اس طرح سگریٹ نوشی کے باعث ہلاک ہونے والے افراد کی مجموعی تعداد دوسری جنگ عظیم میں مرنے والے افراد کی مجموعی تعداد سے دس گناہ زیادہ ہوگی اس وقت ہر برس ۳۰ لاکھ افراد تمباکو نوشی کے باعث ہلاک ہوجاتے ہیں

تمباکو کے استعمال کے مضر اثرات سے ہر شخص بخوبی واقف ہے تمباکو نوشی سے نہ صرف پینے والے کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے بلکہ اس کے اطراف میں موجود لوگوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے تمباکو نوشی براہ راست پھیپھڑوں کے سرطان کا باعث بنتی ہے ایک دن میں سگریٹ کی ایک ڈبیہ پینے والے شخص کو عام آدمی کے مقابلے میں پھیپھڑے کے سرطان کا دس گناہ زیادہ امکان ہوتا ہے عالمی ادارہ صحت کے تخمینوں کے مطابق پھیپھڑوں کے سرطان کے ۹۰ فیصد کینسر سگریٹ نوشی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اب تک کی تحقیقات میں سگریٹ کے دھوئیں میں کم از کم چار ہزار مہلک کیمیکلز کی تشخیص کی جاچکی ہے جو مختلف خطرناک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں موجودہ دور میں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہماری خواتین سگریٹ نوشی کی لت میں مبتلا نہیں ہیں تو وہ یقیناً احمقوں کی جنت میں رہتا ہے کیونکہ سگریٹ ساز اداروں نے اپنے دلکش اور دل موہ لینے والے اشتہارات کی بدولت خواتین کو سگریٹ نوشی کی طرف راغب کرلیا ہے اور اب ان کا تناسب بھی خاصی تیزی سے بڑھ رہا ہے

بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشن شیڈول

علاقے / ہاؤسنگ اسکیم کا نام	اعلان کردہ علاقہ ایکڑوں میں	قانونی مرتبہ	حکومت کی اجازت کا خط نمبر اور تاریخ	امتناعی ضابطے	اسکیم کا مرحلہ
پی ای سی ایچ ایس		حکومت پاکستان سے منظور شدہ		کے ایم سی تعمیراتی ضمنی قوانین 1972ء پٹے کا معاہدہ الاٹمنٹ کی شرائط	زمین کا کنٹرول حکومت پاکستان کی منسٹری آف ورکس تعمیرات کا کنٹرول شہری سہولتیں کے ایم سی شہری سہولتیں
کے سی ایچ ایس یونین 28 سوسائٹیز محمد علی میموریل کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی		حکومت پاکستان سے منظور شدہ	کے ایم سی تعمیراتی ضمنی	کے ایم سی زمین کا کنٹرول قوانین 1972ء پٹے کا معاہدہ الاٹمنٹ کی شرائط	حکومت پاکستان کی منسٹری آف ورکس تعمیرات کا کنٹرول شہری سہولتیں کے ایم سی
فردوس کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی ناظم آباد		حکومت پاکستان سے منظور شدہ	کے ایم سی تعمیراتی ضمنی	زمین کا کنٹرول قوانین 1972ء پٹے کا معاہدہ الاٹمنٹ کی شرائط	حکومت پاکستان کی منسٹری آف ورکس تعمیرات کا کنٹرول شہری سہولتیں کے ایم سی
علامہ عثمانیہ کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی ناظم آباد		حکومت پاکستان سے منظور شدہ	کے ایم سی تعمیراتی ضمنی	زمین کا کنٹرول قوانین 1972ء پٹے کا معاہدہ الاٹمنٹ کی شرائط	حکومت پاکستان کی منسٹری آف ورکس تعمیرات کا کنٹرول شہری سہولتیں کے ایم سی
رضویہ کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی		حکومت پاکستان سے منظور شدہ	کے ایم سی تعمیراتی ضمنی	زمین کا کنٹرول قوانین 1972ء پٹے کا معاہدہ الاٹمنٹ کی شرائط	حکومت پاکستان کی منسٹری آف ورکس تعمیرات کا کنٹرول شہری سہولتیں کے ایم سی

ایک درخت کو اپنائیے

شہری نے کے ایم سی کی ساتھ مل کر ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء سے "ایک درخت کو اپنائیے" کے عنوان سے شجر کاری کی ایک مہم چلا رکھی ہے۔ کے ایم سی اور شہری کے نمائندے مقررہ وقت اور تاریخ پر کسی ایک منتخب اسکول میں جاتے ہیں (عام طور پر صبح کے اجتماع کی دعاؤں کے بعد) اور کرہ ارض پر زندگی کے دائرے کو محفوظ رکھنے کے لیے پودوں اور درختوں کی اہمیت کے بارے میں بچوں کو ایک چھوٹا سا لیکچر دیتے ہیں امرود' املتاس' جامن' یوکلپٹس وغیرہ کے پودے طلبہ اور اساتذہ میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں اور ان پودوں کو لگانے اور ان کی دیکھ بھال کے بارے میں انھیں ہدایات بھی دی جاتی ہیں۔ ایک یا دو ماہ بعد پرنسپل/ ہیڈمسٹریس یا کلاس ٹیچر اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ آیا درختوں کو صحیح رکھا جا رہا ہے اور ان کی مناسب دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ جو طلبہ پودوں کو پروان چڑھانے اور انھیں تناور درخت کے مرحلے تک بچانے میں کامیاب رہیں گے انہیں شہری کی جانب سے انعام دیا جائے گا۔

شہری نے یہ اسکیم بہت سے اسکولوں جیسے بیکن ہاؤس پبلک اسکول (سیکنڈری گرلز اسکول' پی ای سی ایچ ایس شاخ) ناصرہ اسکول (پرائمری اینڈ سیکنڈری ڈیولائن شاخ)۔ پلے ہاؤس سیکنڈری اسکول (گرلز سیکشن) اور بے ویو اکیڈمی میں شروع کی ہے لیکن ابھی بھی اس کی فہرست میں بہت سے ایسے اسکولز ہیں جہاں اس اسکیم کو شروع کرنا باقی ہے مثلاً کراچی امریکن اسکول' کراچی اسکول' شادمان اکیڈمی' ناصرہ اسکول (کورنگی برانچ) وغیرہ۔ اب تک ۳۰۹۰ پودے طلبہ میں تقسیم کیے جا چکے ہیں اور مزید ۱۵۰۰ پودے تقسیم کیے جائیں گے اگر آپ کا اسکول اس مہم میں شامل ہونے میں دلچسپی رکھتا ہے تو براہ کرم شہری کی عامرہ قیصر سے رابطہ قائم کیجئے تاکہ وہ آپ کے پروگرام کے لیے تعاون کر سکیں۔

کراچی بچائیے!

کراچی میں بگڑتے ہوئے حالات پاکستان کے ہر شہری کے لئے تکلیف دہ ہیں۔
شہری سی بی ای کراچی میں تشدد آمیزی کے تواتر کی مذمت کرتا ہے۔